

برہان العارفین

دائرہ امکان

عالم امر

اصل اخفی
اصل خفی
اصل سر
اصل روح
اصل قلب

عرش مجید

عالم خلق

اخفی	خاک
خفی	نار
سر	آب
روح	باد
قلب	نفس

تالیف علامہ مولانا عبدالروٗف نقشبندی سیفی

ناشر المکتبہ سیفیہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برہان العارفین

تالیف

علامہ مولانا عبدالرؤف نقشبندی سیفی

0334-5415927

نام کتاب ...... **برہان العارفین**

باجازت ...... صاحبزادہ شیخ القرآن محمد حمید جان سیفی

مصنف ...... علامہ عبدالرؤف نقشبندی سیفی

نظرثانی ...... علامہ سید امتیاز حسین شیرازی محمدی سیفی

پروف ریڈنگ ...... محمد یاسر سیفی

کمپوزنگ ...... حافظ محمد شاہد خاقان ہزاروی (0321-5841622)

اشاعت ۲۰۱۴ء

قیمت ......

ملنے کے پتے:

- [redacted]
- **آستانہ عالیہ سیفیہ** فقیر آباد شریف لاہور
- **آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ** راوی ریان شریف لاہور
- **آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ** ترنول اسلام آباد

فہرست مضامین

وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ

تقریظ

شیخ القرآن والحدیث، مفسر اعلیٰ،
علامہ مولانا مفتی محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

فقیر نے حضرت علامہ مولانا عبدالرؤف مدظلہ السامی کی کتاب برہان العارفین کا مطالعہ کیا، کتاب کو حقیقۃً اسم بامسمی ہے، اپنے موضوع پر دلائل کے بھرپور ہے اردو بھی بڑی صحیح اور فصیح ہے۔

فقیر اردو خواں طبقے کو عموماً اور مساجد کے علماء کو خصوصاً اس کے گہرے مطالعہ کی درخواست کرتا ہے۔ اور مصنف موصوف سے درخواست کرتا ہے کہ آپ اسی انداز سے اسلام کی بھرپور خدمت فرماتے ہوئے کئی اور کتب بھی تصنیف فرما کر ملت اسلامیہ کی علمی وروحانی خدمات بجالا کر قارئین کی رہنمائی فرما کر ثواب دارین حاصل فرمائیں۔

دعاؤں کے ساتھ
فقیر سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی
رحمہ اللہ مقالی
۷ از والحج ۱۴۳۴ھ بروز بدھ
۲۳ اکتوبر ۲۰۱۳ء

تقریظ

علامہ سید امتیاز حسین شیرازی محمدی سیفی
فاضل من دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آل الطیبین الطاھرین۔ اما بعد قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ فی کلامہ المجید والفرقان الحمید "وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون"۔

انسان کی زندگی کا مقصد مالک ارض وسماء نے خود ہی اپنی لاریب کتاب میں بیان فرما کر انسان پر احسان عظیم فرمایا ہے کہ وہ فضول کاموں میں اپنی حیات مستعار کو برباد نہ کرتا پھرے بلکہ امور دنیا کے ساتھ ساتھ اپنے مالک کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کی رضا اور خوشنودی کو مدنظر رکھ کر زندگی گزارے۔

رب قدوس نے انسان کو دو چیزوں سے مرکب کیا۔ روح اور جسم پھر اپنی خصوصی عنایت سے دونوں کی ترقی اور عروج کا سامان بھی پیدا فرمایا۔ جسمانی ترقی اور ارتقاء کے لئے بھی دنیا میں وافر مقدار میں اشیاء ضرورت پیدا فرمائیں اور روحانی ارتقاء اور ترقی کے لئے بھی انبیاء علیہم السلام اور ان کے حقیقی وارثین کے ذریعے اس کا خصوصی انتظام فرمایا۔

جسم کی قدر وقیمت بھی روح کے ساتھ ہے اور اگر روح صحیح اور صحت مند ہے تو جسم بھی صحیح کام کرتا ہے ورنہ وہ مفید اور فائدہ بخش کاموں کی بجائے ایسے فضول کاموں میں

مصروف ہو جاتا ہے جو اس کے لئے خسران کا باعث بنتے ہیں۔ روح کی صحت کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے علوم و معارف کے حقیقی ورثا سے رابطے اور صحت کے ساتھ ان کو روحانی صحت بھی ملتی ہے اور رب کی بندگی کا سلیقہ اور اسلوب بھی میسر آتا ہے۔

مولانا عبدالرؤف سیفی صاحب کی کتاب برہان العارفین بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑھی ہے اگرچہ مولانا صاحب اس تصنیف و تالیف میں نووارد ہیں لیکن ان کا انداز بیان اور اسلوب قابل قدر ہے۔ میں نے اس کتاب بالاستیعاب مطالبہ کیا ہے۔ ماشاء اللہ ایک عمدہ کتاب ہے یہ مبتدی متلاشیان حق کے لئے بھی اور جو پہلے سے اس راہ کے راہی ہیں ان کے لئے بھی یکساں مفید ہے۔

دعا ہے رب قدوس ان کی اس سعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ صمدیت میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور انہیں جزائے خیر دے اور مخلوق خدا کو بھی اس سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وما توفیقی الا باللہ

۱۲-۱۲-۲۰۱۳



بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد افضل جوہر عفی عنہ

بندۂ ہیچمداں نے فاضل محتشم جناب مولانا عبدالرؤف سیفی کی تالیف "**برھان العارفین**" کے مسودہ کا متعدد مقامات سے بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ تصوف کے عنوان پر نہایت سادہ الفاظ اور زبان میں ایک عمدہ کاوش ہے جو عام آدمی کو تصوف کی دقیق اصطلاحات ومقامات سمجھنے میں عمدہ ومعاون ہوگی۔

کتاب کی تالیف کا مدعا اور غرض وغایت علمی تحقیق نہیں بلکہ عوام کے قلوب واذہان کو جلا دینا اور عمل کے ذریعے روح کی تسکین ہے اس کے ساتھ ہی لوگوں کے صوفیاء کرام کی حقیقی تعلیمات سے روشناس کرانا ہے اس ضمن میں اس کی افادیت مسلمہ ہے۔ تاہم آئندہ ایڈیشن میں مشکل اصطلاحات اور مقامات کو مزید تشریح وتوضیح کتاب کو مزید نکھار دے گی۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل مؤلف کی محنت کو قبول فرما کر ثمر آور بنائے۔

(آمین)

غبارِ راہ طیبہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد افضل جوہر عفی عنہ

مقدمہ

مولوی عبدالرؤف نقشبندی سیفی

قارئین کرام کے علم میں ہے کہ تصوف وسلوک کا موضوع نیا نہیں اور اس موضوع پر نبی پاک ﷺ کے زمانہ مبارکہ سے کلام ہوتا رہا ہے۔ تصوف کے بریکات اور اس راستے کے دقائق کو مختلف ادوار کے علماء ومشائخ اپنے اپنے مشاہدات اور علم کے مطابق بیان فرماتے رہے۔ اس ناچیز نے ان علماء کرام اور مشائخ کبار کے ملفوظات اور تحقیقات کو قرآن وحدیث کی روشنی میں طالبین حق کی راہنمائی کے لئے یکجا کیا ہے۔ فقیر کی کوشش رہی ہے کہ جہاں جہاں کسی موضوع کے اثبات کے لئے قرآن وحدیث پیش کیا ہے۔ وہاں وہاں اصل متن اور حوالہ بھی پیش کیا ہے تا کہ قارئین کے لئے آسانی رہے اور فقیر کے لئے توشہ آخرت پڑے۔

فقیر چوں کہ اس موضوع کا ایک ادنیٰ طالب علم ہے اور مزید رہنمائی کا طالب وخواہاں بھی ہے۔ لہذا قارئین میں سے جن صاحب کو جہاں کہیں بھی غلطی نظر آئے۔ التماس ہے کہ ضرور بالضرور تصحیح فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کی جاسکے۔

اس رسالہ میں کوشش کی گئی ہے کہ موضوعات میں ترتیب کے لحاظ سے تسلسل موجود ہے تا کہ قاری کی دلچسپی بھی قائم رہے اور اصل محور سے ہٹا بھی نہ جائے۔ بہر کیف قارئین کی تحقیق وتصحیح دلی مسرت کا باعث ہوگی۔

چاروں سلاسل کے مشائخ عظام سے فقیر کی عاجزانہ التجا ہے کہ فقیر کی اس کاوش کی بارگاہ ایزدی میں قبولیت کے لئے خصوصی دعاؤں مرحمت فرمائیں اور جہاں جہاں میری کم علمی کی وجہ سے رہنمائی کی ضرورت ہوں وہاں وہاں ضروری رہنمائی فرمائیں۔

(جزاك الله خيرا)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله على الذات عظيم الصفات رفيع الدرجات

خالق الكائنات والتحيات والتسليمات على

سيدنا محمد صاحب المعجزات الباهرات

وداعيا الى الله باقصى الغايات

وعلى آله واصحابه منبع البركات والحسنات

اہل سنت ہی ناجی گروہ ہے

عقائد اہل سنت :

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ ناجی گروہ اہل سنت وجماعت کی آراء کے مطابق عقائد درست کرنے کی نصیحت فرمارہے ہیں دراصل ان سطور میں ارشاد نبوی ﷺ کو بیان فرمایا گیا ہے حدیث پاک ہے:

"تفترق امتی علی ثلاث وسبعین ملة کلهم فی النار اِلّا ملة واحدة قالوا من هی یارسول الله ﷺ قال ما انا علیه واصحابی"۔

(جامع ترمذی)

یعنی میری امت تہتر گروہوں میں بٹ جائے گی ان میں سے ایک کے علاوہ سب جہنم میں جائیں گے صحابہ کرام رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا وہ کونسا گروہ ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوگا۔

فائدہ:

اصحابی کی عمومیت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ اہل بیت اطہار بھی شامل ہیں کیونکہ صحابی اس خوش قسمت انسان کو کہا جاتا ہے جو حالت ایمان میں جاگتے ہوئے چہرہ والضحیٰ کا دیدار کرے اور اس حالت میں اسی کا وصال ہو چونکہ اہل بیت نبوت بھی حضور ﷺ کے شرف دیدار سے مشرف ہیں اس لئے وہ صحابی بھی ہیں البتہ ان کے درمیان لطیف فرق یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم ﷺ کے در والے ہیں اور اہل بیت حضور اکرم ﷺ کے

گھر والے ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے:

"انی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی"۔

(مسلم شریف)

ہم نے چھوڑ دیئے دو چیزیں کتاب اللہ اور دوسری اپنی اہل (بیت)۔

ایک روایت میں جماعت کے واضح الفاظ موجود ہیں:

"عن معاویۃ رضی اللہ عنہ ان ھذہ الملۃ ستفترق علی ثلاث وسبعین سنتان وسبعون فی النار وواحد فی الجنۃ وھی الجماعۃ"۔

(ابوداؤد جلد ثانی)

یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت تہتر گروہوں میں بٹ جائے گی ان میں سے بہتر جہنمی ہونگے اور ایک جنت میں جائے گا اور وہ جماعت ہے۔

ایک روایت میں میں جماعت پر اللہ تعالیٰ کے دست اقدس کا بیان ہے:

"عن ابن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ید اللہ علی الجماعۃ"۔

(جامع ترمذی جلد ثانی)

یعنی حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جماعت پر اللہ تعالیٰ کا دست اقدس ہے (بلا کیف)۔

فائدہ: مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ مسلمان وہی ہوسکتا ہے جو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہ کے طریقہ سے وابستہ ہو یہی وجہ ہے کہ کتاب وسنت کے عاملین اور طریق صحابہ رضی اللہ عنہم کے حاملین اہل سنت وجماعت

کہلاتے ہیں اور یہی گروہ جنتی اور ناجی ہے۔

چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن مجید کے اولین مخاطب تھے انہوں نے دعوت اسلام کو دل وجان سے تسلیم کیا اور قبول کیا اور ہر امتحان وابتلاء میں ثابت قدم رہے اپنی زندگیوں کو اسوۂ رسول اللہ ﷺ کے سانچے میں ڈھالا ان کا جذبہ اطاعت واستقامت بارگاہ خداوندی میں اس قدر مقبول ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنے والوں کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز زندگی کو معیار حق قرار دیکر متبعین کو اپنی رضا اور فوز عظیم کی سند عطا فرمادی چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ"۔

(التوبہ آیت ۱۰۰)

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے (رسول اللہ ﷺ) کے ساتھ پہلے پہل ہجرت کی اور آپ کی نصرت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور جو لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احسن طریقے سے اتباع کریں گے اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس طرح امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث مبارکہ نقل کیا ہے:

"الفرقة الناجية هم الصحابة فانه علیہ السلام لما قال الناجي منها واحد قالوا يارسول الله ﷺ ومن هم قال اهل السنة

والجماعة فقیل وما اھل سنة والجماعة قال ما انا علیہ واصحابی"۔

(احیاء العلوم جلد ثالث)

یعنی ناجی گروہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اسی لئے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ناجی گروہ صرف ایک ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا وہ کونسا گروہ ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا اہل سنت وجماعت ہے پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اہل سنت وجماعت کون ہیں تو فرمایا کہ جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

فائدہ:

حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

"ان الناس کانوا فی حیاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اھل سنة"۔

(کنزالعمال برحاسیہ مسند احمد ج ۵)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ طیبہ میں لوگ اہل سنت تھے۔

فائدہ:

ظاہر ہے کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی تھے جو خیر امتی قرنی اور خیر القرون قرنی کے شرف سے مشرف تھے۔

(بخاری)

امام ربانی قدس سرہ اہل سنت وجماعت کی متابعت کرنے میں ارشاد فرماتے ہیں:

(ترجمہ) نجات کا طریقہ اقوال وافعال اور اصول وفروع میں یہی ناجی گروہ ہے اس کے علاوہ تمام فرقے مقام زوال اور ہلاکت کے کنارے پر ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر ۶۹)

سالک کے عقائد واعمال علمائے اہل سنت وجماعت کے عقائد واعمال کے موافق درست ہونے چاہیں جو دو پروں کی حیثیت رکھتے ہیں جب تک اعتقادی اور عملی دونوں پر میسر نہ ہو جائیں عالم اقدس کی طرف باطنی سیر اور روحانی ارتقاء نصیب نہیں ہوتا۔

(سعادات عباد ج۱ص۲۱۳)

باب نمبرا:

تعریف تصوف

تصوف شریعت کا وہ جز ہے جو اعمال باطنی سے متعلق ہے اور وہ جز جو اعمال ظاہری سے متعلق ہے فقہ کہلاتا ہے۔ تصوف کا موضوع تہذیب اخلاق اور غرض رضائے الٰہی ہے۔ اس کے حصول کا ذریعہ شریعت کے حکموں پر پوری طرح چلنا ہے گویا کہ تصوف دین کی روح ومعنیٰ یا کیف وکمال کا نام ہے جس کا کام باطن کو رذائل اخلاق ذمیمہ، شہوت، آفات لسانی، غضب، حسد، حُب دنیا، حُب جاہ، بخل، حرص، ریاء، غرور سے پاک کرنا اور فضائل یعنی اخلاق حمیدہ، توبہ، صبر وشکر، خوف الٰہی، رجاء، زہد، توکل، محبت، شوق واخلاص، صدق، مراقبہ ومحاسبہ اور تفکر سے آراستہ کرنا ہے تاکہ توجہ الی اللہ پیدا ہو جائے جو کہ اصل مقصود حیات ہے۔ اس لئے تصوف وطریقت، دین شریعت کے قطعاً منافی نہیں بلکہ ہر مسلمان مرد وعورت کے لئے لازم ہے کہ وہ صوفی بنے کہ یہی ایمان کی اصل اور روح ہے۔

توضیح تصوف:

"وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا"۔ (الکھف آیت ٦٥)

اور ہم نے اس کو (حضرت خضر علیہ السلام) کو خاص علم عطا فرمایا۔

تصوف کے کئی نام ہیں جیسا کہ علم لدنی، علم باطن، علم القلب وغیرہ مختلف جگہوں میں مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے، تبع تابعین کے دور میں باطنی علم کو تصوف کے نام سے شہرت حاصل تھی جبکہ موجودہ دور میں بھی اس علم کو تصوف سے موسوم کیا جاتا ہے۔

یہ حقیقت تو روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ دل انسانی جسم میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے اور اسی وجہ سے تصوف یعنی علم القلب زیادہ تر دلی کیفیات اور صفائی پر مشتمل ہے اور زیادہ

زور بھی تزکیہ قلب پر دیتا ہے اور ایسے افعال پیش کرتا ہے جس سے تزکیہ قلب ہوتا ہے اور قلب کا رجحان اللہ تعالیٰ کی جانب ہوتا ہے تصوف قلب کی حرکت اور اس کی سیر اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے یا دوسرے الفاظ میں نفس کا تزکیہ، تنبیہ اور کشف و مجاہدہ سے بغیر تقلید کے اللہ تعالیٰ کی معرفت کے حصول کا ذریعہ ہے جس طرح ہر کام کے لئے استاد یعنی سکھانے والے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح علم تصوف بھی مرشد کامل کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ بس فرق صرف اتنا ہے کہ باقی علوم استاد پڑھا کر اپنے شاگرد کو سکھاتا ہے جبکہ علم تصوف میں پیر و مرشد اپنے باطنی توجہات اور نگاہ باطن سے اپنے مرید کے سینے میں منتقل کرتا ہے۔

مولائے روم فرماتے ہیں:

ہیچ چیز خود بہ خود چیزے نہ شُد
ہیچ آہن خود بہ خود تیغ نہ شُد
ہیچ حلوائی نہ شُد استاد کار
تا شاگرد شکر ریزی نہ شُد
مولوی ہرگز نہ شُد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شُد

ترجمہ: کوئی چیز از خود نہیں بن سکتی۔۔۔۔ جیسا کہ کوئی لوہار کے بغیر تلوار نہیں بن سکتا۔۔۔۔ کوئی بھی اس وقت تک حلوائی نہیں بن سکتا۔۔۔۔ جب تک کسی حلوائی کا شاگرد نہیں بنتا۔۔۔۔ مولوی اس وقت تک مولانا روم نہ تھا۔۔۔۔ جب تک شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کا غلام نہ ہوا۔

فائدہ: مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے علم ظاہر کے بہت بڑے عالم تھے مگر انہوں نے علم رموز و اسرار اپنے پیر و مرشد شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ تصوف ایک مخصوص رجحان اور نظام تربیت ہے جس سے انسان میں اللہ رب العزت کی محبت اور حقیقی

اطاعت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اور انسان احکام خداوندی کی بجا آوری میں ظاہری اطاعت تک محدود نہیں رہتا بلکہ یہ جذبہ اس کی روح کی گہرائی تک اتر جاتا ہے اور وہ دل و جان سے حق تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرتا ہے۔

تصوف کے بارے میں ایک اور تحقیق:

تصوف کی لغوی اور اصطلاحی تحقیق لفظ تصوف، صوف یا صفاء اور یا صفوا سے ماخوذ ہے اور یا یہ کلمہ (تصوف) یونان کے صوفیاء سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں ''حکمت''۔ اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ لفظ ''تصوف'' صوف سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں ''اون'' یہ اس وجہ سے کہ صوفیاء کرام ''اون'' سے بنے ہوئے کپڑے پہنتے تھے اور اسی وجہ سے یہ لوگ ''صوفی'' کہلائے۔ حضرت علامہ ابوذر طاہر ابن طاہر اپنے مشائخ کے حوالے سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اون کا کپڑا پہنتے تھے:

"عن انس رضی اللہ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یلبس الصُوف ویر کب الحمار"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اون کا لباس پہنتے اور دراز گوش پر سواری فرماتے تھے۔

اور حضرت ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"علیکم یلبس الصوف تجدون حلاوۃ فی قلوبکم"۔

اون کا لباس پہنا کرو۔ اس سے تمہارے دلوں میں ایمان کا لطف یعنی

(مٹھاس) ہوگا۔

دوسری بات یہ کہ تصوف کو صوف سے نسبت دینے میں یہ حکمت ہے کہ صوف یعنی اون نرم ہوتا ہے اس لئے صوفی وہ شخص ہے جو کہ ہر وقت اپنے دل کو اپنے رب کی جانب نرم کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے یا یہ کہ اون اکثر سفید رنگ کا ہوتا ہے اور اسی لئے صوفی اپنے دل کو صاف کرنے کی دھن میں لگا رہتا ہے ایک اور توجیہہ یہ کہ صوف یعنی اون کسی اور رنگ کو قبول نہیں کرتا اس لئے صوفی "صبغة الله" میں ایسے رنگا ہوتا ہے کہ کوئی اور رنگ اس کے اوپر نہیں چڑھتا اور بعض علمائے کرام نے یہ فرمایا کہ یہ لفظ "صوفی" صفاء سے نکلا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ستر (۷۰) افراد کا گروہ ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت مبارکہ میں رہتے اور یہ لوگ دنیا سے بے رغبت رہتے تھے اور دنیاوی مال ومتاع سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے۔ یہ اصحاب رضی اللہ عنہم نبی پاک ﷺ سے علم ظاہر و باطن حاصل کرنے کیلئے مسجد نبوی ﷺ سے باہر ایک سایہ دار جگہ پر رہتے اور فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتے۔ یہ لوگ متوکلانہ زندگی بسر کرتے۔ اغنیاء ان لوگوں کی خدمت کرتے یہ لوگ جہاد کے وقت مجاہد اور تبلیغ اسلام کے وقت مبلغ ہوتے اور یہ صاحبان اصحاب صفہ کہلایا کرتے تھے اور انہی کی نسبت سے لفظ صوفی نکلا۔

بعض علماء نے فرمایا کہ لفظ "صوفی" صف سے ماخوذ ہے کہ جس کے معنی ہیں "جوڑنا"۔ صوفی بھی ہر وقت اپنے دل کو رب تعالیٰ سے جوڑنے کی کوشش میں مگن رہتا ہے۔

قرآن و حدیث میں تصوف کے نام:

قرآن و حدیث میں لفظ تصوف کے لئے "تزکیہ" اور "احسان" کا نام استعمال ہوا ہے اور علم التصوف اس وقت کے عام مسلمانوں میں "علم التزکیہ"۔ "علم الاحسان"۔ "علم الباطن"۔ "علم بالذات" اور "علم الدنی" کے نام سے مشہور تھا۔

قرآن کریم میں مومنین مسلمانوں کو چند الفاظ سے مخاطب کیا گیا ہے مثلاً ذاکرین، مخلصین، محسنین، خائفین، خاشعین، صادقین، عابدین، متقین، قانتین، صابرین، متوکلین، ابرار، فقراء اور اولیاء وغیرہ جو کہ صوفیاء کرام کی اصطلاحات میں عام طور پر مستعمل ہیں اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ علم التصوف عین وہ علم ہے جس کا ذکر قرآن اور حدیث میں بکثرت ملتا ہے اور یہ کہ صوفیاء کرام کا گروہ کوئی نیا نہیں۔ یہ اس وقت بھی موجود تھے جب نبی پاک ﷺ ظاہری حیات میں ہمارے سامنے تھے اور ان کے بعد بھی آج تک موجود ہیں۔

صوفیاء کرام اور لفظ صوفی تاریخ کی روشنی میں:

حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق لفظ صوفی دوسری صدی ہجری سے قبل مشہور تھا اور علامہ ابوالنصر سراج طوسی مکہ مکرمہ کی تاریخ کے حوالے سے محمد بن اسحاق بن یسار وغیرہ سے واقعہ روایت فرماتے ہیں کہ اسلام سے قبل ایک دفعہ مکہ مکرمہ خالی ہو گیا یہاں تک کہ بیت اللہ کا طواف کرنے والا بھی کوئی نہ رہا بہت دور سے ایک صوفی آتا اور طواف کر کے چلا جاتا۔ اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ یہ لفظ عرب میں اسلام سے قبل بھی معروف تھا عرب اپنے اکابر اور نیک لوگوں کو اس نام سے پکارتے تھے۔

حضرت حسن بصری جنہوں نے (۷۰) ستر بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کی صحبت پائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے باطنی فیض حاصل کیا ان کے وقت میں یہ لفظ صوفی مروج تھا۔

جیسا کہ ابوالنصر سراج طوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ صوفی لفظ کی اصطلاح بعد میں نکلی ہے مگر یہ غلط ہے کیوں کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے طواف کے وقت ایک صوفی کو دیکھا جو طواف کر رہا تھا میں نے اسے کوئی چیز دینی چاہی مگر اس نے قبول نہ کی اور کہا کہ میرے پاس چار دانگ ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مشہور فقہی بزرگ ہیں اپنے زمانے کے ایک دوست کو صوفی کہہ کر بلاتے تھے حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا لفظ صوفی استعمال کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دوسری صدی کے اختتام سے پہلے یہ لفظ شہرت پا چکا تھا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ لفظ صوفی کا استعمال وایجاد پہلے یا بعد میں ہونا کوئی ضروری امر نہیں کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں نہ کسی کو صوفی نہ کسی کو شیخ القرآن نہ کسی کو شیخ الحدیث نہ کسی کو مفتی نہ کسی کو مفسر نہ کسی کو حافظ نہ کسی کو قاری کہہ کر پکارا گیا بلکہ اس زمانے کی اہم بات اور مرکزی بات یہ تھی کہ جن لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت مبارکہ ملی وہ صحابی کہلایا اور وہ لوگ ایسی صحبت کی وجہ سے ممتاز ہوئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد افضلیت کا اعلیٰ مقام ان کو ملا اور انہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت اختیار کرنے والے تابعی بنے اور تابعین سے فیض یاب ہونے والے تبع تابعین کہلائے ان کے بعد اسلام بہت تیزی سے بے شمار ممالک تک پھیلا وقت کے ساتھ ساتھ فتنے بھی پیدا ہوئے فساد برپا ہوئے بدعتیں عام ہوئیں اور اسلام دشمن عناصر گھر گھس آئے اس فتنے کے دور میں اگر دین کا حقیقی درد رکھنے والا کوئی گروہ تھا تو وہ صوفیاء کرام کا گروہ تھا جو تبع تابعین کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ تھے یہی لوگ دین کی اصل ترویج و اشاعت اور تبلیغ میں مصروف رہے۔

حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تصوف صفاء سے ماخوذ ہے اور یہی وجہ ہے کہ برگزیدہ ہستی کو صوفی کہا جاتا ہے حضرت ابوعبداللہ محمد بن حسین ثمر قندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو نفس کی مخالفت کریں صوفیاء کہلاتے ہیں (یعنی مخالفت کرتے کرتے صوفی بن جاتے ہیں)۔

حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ صوفی وہ ہوتا ہے کہ جو دل میں صداقت اور عمل میں اخلاص رکھتا ہو ابوحمزہ محمد بن ابراہیم بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اصل صوفی کی

پہچان یہ ہے کہ وہ عزت کے بعد ذلت، دولت کے بعد فقر اور شہرت کے بعد گمنامی اختیار کرلے اور جو اس قول کے مخالف بنے وہ جھوٹا صوفی ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عارف (صوفی) کا ادنیٰ مقام یہ ہے کہ مظہر صفات خداوندی ہو اور کامل وہ ہے جو آتش محبت میں جلتا ہو اور فرمایا کہ عارف کے قلب کی مثال اس شمع کی سی ہے جو کہ فانوس کے بغیر ہی چاروں طرف روشنی بکھیرتی ہو۔

حاصل کلام یہ کہ صوفی وہ ہے جس کا ظاہر شریعت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور باطن نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منور ہو۔

باب نمبر۲:

حاسدین اولیاء

ہر زمانے میں حاسدین اور منکرین طریقت موجود ہوتے ہیں۔

واقعہ:

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادے کو وصیت فرمائی کہ مجھے پہلے دن دفن نہ کرنا۔ پس ان کے وصال کے بعد بیٹے نے وصیت کو بجالا کر خالی تابوت پر خاک ڈال دی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حاسدین راتوں رات ایک کتا لے کر آئے اور جب قبر مبارک سے خاک ہٹالی اور دیکھا کہ امام رحمۃ اللہ علیہ قبر میں موجود نہیں ہیں تو کتے کو قتل کر کے قبر میں لٹا دیا اور صبح ہوتے ہیں خلیفہ وقت ہارون الرشید کے ہاں حاضر ہو کر کہنے لگے دیکھ لیں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تو کتے کی شکل پر مسخ ہو چکے ہیں (العیاذ باللہ) تو بادشاہ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے کے گھر جا کر حقیقت پوچھی تو انہوں نے والد مبارک کی لاش مبارک دکھائی کہ سورج کی مانند جلوہ افروز ہیں اور وصیت کا قصہ صاحبزادہ والاشان نے بادشاہ کے گوش گذار کیا۔ بادشاہ نے جلال میں حاسدین اور متعصبین میں سے اسی وقت تین افراد کو صلیب پر چڑھا کر قتل کر دیا اور لاش کو دفن کر کے مرقد مبارک پر حفاظتی دستہ تعینات کر دیا۔

خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک محدث تھا جب شاہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ راستے میں سے گزرتے تھے تو وہ محدث اپنے شاگرد کو یہ کہہ کر اپنے اردگرد کھڑا کر دیتا تھا کہ اس دجال زمانہ (نعوذ باللہ) پر میری نگاہ نہ پڑے۔

ایک شخص سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی ہر وقت برائیاں کرتا رہتا

اور آپ رحمۃ اللہ علیہ مبارک کی شان میں زبان درازیاں کرتا جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا تو آپ نے اس شخص کو روپے بھیجنا شروع کیئے۔ روپے ملنے پر وہ شخص آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف وتوصیف کرنے لگا تاکہ روپے زیادہ ملیں اس پر حضرت صاحب نے پیسے بھیجنے بند کیئے۔ وہ آدمی آکر پوچھنے لگا کہ حضور آپ کی جب برائی کرتا تھا آپ پیسے بھیجتے تھے اب کیا ہوا کہ آپ کی تعریف کرتا ہوں لیکن آپ نے روپے دینے بند کیئے حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پہلے تم اپنی نیکیاں مجھے دیتے تھے اور میری خطائیں تم لیتے تھے اب تم مجھے کیا دیتے ہو؟ اس لئے روپے بھیجنا بند کیئے۔

ان واقعات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہر زمانے میں اولیاء کرام کے بدخواہ اور علم تصوف کے مخالفین موجود رہے۔

....

باب نمبر۳:

علم باطن کا ثبوت آیات قرآنی کی روشنی میں

"اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ"۔
(الزمر آیت ۲۲)

جس شخص کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا ہو تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر فائز ہو جاتا ہے۔

تشریح:

نبی پاک ﷺ نے فرمایا جب دل میں نور داخل ہو جاتا ہے تو دل کشادہ اور وسیع ہو جاتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اس کی علامت کیا ہے؟ فرمایا اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ شخص ہر وقت دار آخرت کی طرف متوجہ رہتا ہے اور وہ اس دھوکے والی دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے اور موت کے آنے سے پہلے اس کے لئے تیاری شروع کر دیتا ہے۔

(ضیاء القرآن از پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ)

فائدہ:

قلبی نور کسی کا تو چراغ کی طرح ہے جس سے وہ خود فائدہ اٹھاتا ہے اور کسی کا گیس کی طرح کسی کا سورج کی طرح جس سے زمانہ فیض پاتا ہے جیسے حضور ﷺ کا نور بلکہ حضور ﷺ تو نور بنا دیتے ہیں اور وہ نور بنانے والے ہیں کیونکہ ان کی صفت ہے "سراجا منیرا"۔
(خزائن العرفان)

"اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ"۔ (الزمر۳)

خبردار اللہ کے لئے ہی خالص عبادت ہے۔

تشریح:

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ بندہ عبادت میں جنت حاصل کرنے، دوزخ سے بچنے کی بھی نیت نہ کرے۔ صرف رب کو راضی کرنے کی نیت کرے کیوں کہ یہ بندگی ہے تجارت نہیں دین کے بہت سارے معانی ہیں یہاں معنی عبادت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں یا یہ مطلب ہے کہ مقبول عبادت وہ ہے جو خلوص سے ہو۔

(خزائن العرفان)

فائدہ:

علم تصوف کا مقصد بھی اخلاص ہے اور دل و دماغ ریاء سے پاک ہو جاتا ہے۔

"وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ"۔

(العنکبوت ۶۹)

اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھائیں گے اور بے شک اللہ نیکیاں کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

تشریح:

"وان اللہ لمع المحسنین"۔

یہ ارشاد کتنا اطمینان خیز ہے کہ اللہ پاک نے خود ارشاد فرما دیا کہ راہ محبت کے راہرو اپنے آپ کو تنہا خیال نہ کریں ان کا کریم پروردگار ان کے ساتھ ہے قدم قدم پر ان کی راہنمائی فرما رہا ہے ہر مشکل مرحلہ پر ان کی دستگیری کر رہا ہے جب بھی ان کے قدم پھسلنے لگتے ہیں اس کریم کی توفیق آگے بڑھ کر ان کو سنبھال لیتی ہے اور گرنے نہیں دیتی جس کو

محبوب حقیقی کی معیت نصیب ہو تو منزل کتنی بلند دور اور کٹھن کیوں نہ ہو خود بہ خود اس مسافر راہ حق کے قریب ہو جایا کرتی ہے نیز اس آیت کریمہ میں اپنے بندوں کے بدخواہوں کو بھی خبردار کر دیا کہ وہ انہیں اکیلا اور بے یار و مددگار نہ سمجھیں میری نصرت میری تائید ان کے شریک حال ہے تمہارا کوئی مکر و فسوں کوئی حیلہ اور تدبیر انہیں گزند نہیں پہنچا سکتی۔

(ضیاء القرآن)

"وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا"۔

(احزاب ۱۵)

اور اللہ کے طرف اس کے حکم سے بلانے والا ہے اور چمکا دینے والا آفتاب ہے۔

تشریح: "سِرَاجًا مُّنِيرًا"۔

فرمایا اے محبوب ﷺ میں نے تجھے سراجا منیرا بنا کر بھیجا ہے ان دو لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ پر جن انعامات و اکرامات کی بارش فرمائی ہے ان کی بیکرانیوں کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ آفتاب اور آفتاب بھی عالمتاب، روشن اور اتنا روشن کہ دوسروں کو بھی نور و ضیاء کا منبع اور مصدر بنا دینے والا۔ اہل دل نے اس بارے میں بہت کچھ لکھا ہے لیکن میں فقط عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ لکھنے پر اکتفاء کرتا ہوں:

کہ حضور ﷺ زبان مبارکہ فیض ترجمان سے تو داعی تھے اور اپنے قلب مبارک اور قالب منور سے "سِرَاجًا مُّنِيرًا" تھے اہل ایمان اس آفتاب کے رنگوں میں رنگے جاتے ہیں اور اس کے انوار سے درخشاں اور تاباں ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس نور مجسم ﷺ کے انوار سے درخشاں فرمائے اور ہمیشہ حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

(ضیاء القرآن جلد چہارم)

فائدہ:

ہرانسان کے سینے میں ایک دل ہے اور وہی محل تجلیات باری تعالیٰ کیلئے مخصوص ہے اس لئے باری تعالیٰ اس میں غیر کا قبضہ پسند نہیں فرماتا جب قلب تجلیات باری تعالیٰ کا مسکن بن جاتا ہے تو تمام رذائل ذلیل ہو کر چلے جاتے ہیں چنانچہ جب قلب کی پوری طرح سے اصلاح ہو جاتی ہے تو غیر اللہ کا اس میں گزر نہیں ہوتا اور یہی قلب بندے کو ولی اللہ کہلاتا ہے۔

عصیان کی کثرت سے قلب اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے مگر معالج روحانی کے علاج سے یہ امراض دور ہو جاتے ہیں اور وہ قلب سقیم سے قلب سلیم بن جاتا ہے اور یہی قلب باطنی علاج سے اخروی فائدے کیلئے راس المال بن جاتا ہے علاج قلب اور غذائے قلب عارفین کاملین کے بغیر کہیں میسر نہیں۔

"فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى"۔

(طہ ۷)

بے شک اللہ چھپی والی بات اور زیادہ خفی بات کو جانتا ہے۔

تشریح: سر وہ راز کی بات ہے جو تو نے صرف کسی خاص دوست سے پردے میں کہی ہو اور اخفی وہ ہے جو ابھی کہیں نہاں خانہ دل میں کروٹیں لے رہی ہو اور زبان تک نہ آئی ہو۔

"السر ما اسر الرجل الی غیرہ واخفی من ذالك ما قال الحسن السر فی نفسه"۔

صوفیائے عظام فرماتے ہیں کہ سر اور اخفی مجردات خمسہ (یعنی پانچ لطائف امر سے ہیں) ان کی اصل عرش سے اوپر ہے جو صاحب کشف کو نظر آتا ہے اور وہاں سے یعنی فوق العرش سے تجلیات ذات اور انوارات انسان کے لطائف پر نزول ہوتے ہیں اور یہ لطائف

قلب، روح، سر، خفی، اخفی ہیں۔

(تفسیر مظہری)

"قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ"۔

(المؤمنون آیت ۱)

بالتحقیق ان مسلمانوں نے فلاح پائی (آخرت میں) جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں (ڈرنے والے ہیں)۔

تشریح:

علمائے حق نے خشوع کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ:

"الخشوع فی الصلوة وهو جمع الشمه لها ولاعراض عما سواه والتدبير فيما يجرى على لسانه من القراة والذكر"۔

(مظہری)

یعنی انسان اپنی ساری توجہ نماز میں مرکوز کر دے۔ حق تعالیٰ کے سواء ہر چیز سے منہ پھیر لے اور وہ اپنی زبان سے جو تلاوت اور ذکر کرتا ہے ان کے معانی میں غور اور تدبر کرے اس کے علاوہ اس کے ظاہری آداب بھی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں داڑھی سی کھیلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

"لوخشع قلب هذا لخشعت جوارحه"۔

یعنی اگر اس شخص کے دل میں عجز و نیاز ہوتا تو اس کے ظاہری اعضاء بھی اظہار عجز کرتے۔ (ضیاء القرآن)

" نُوْرٌ " عَلٰی نُوْرٍ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ "۔

(النور آیت ۳۵)

نور پر نور ہے اللہ اپنے نور کی راہ بتا تا ہے جسے چاہے۔

تشریح:

انسان محض اپنے علم اور کوشش سے اس نور محض تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے جس پر چاہتا ہے جتنا چاہے فرما دیتا ہے جن خوش نصیبوں کو اپنے نور ہدایت و معرفت سے مالا مال فرما دیتا ہے۔

"اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ" اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ""۔

(ق ۳۷)

اس میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جس کے پاس (فہم) اور دل ہو یا وہ کم از کم دل سے متوجہ ہو کر (بات کی طرف) کان ہی لگا دیتا ہو۔

تشریح:

قلب سے مراد دل بینا ہے جو حقیقت کو دیکھتا اور سمجھتا ہے جو دل دیکھنے اور سمجھنے سے محروم ہو اس کا ہونا ، نہ ہونا برابر ہے اور اس کو دل کہنا بھی درست نہیں یعنی جو وحی اسے سنائی جا رہی ہے اس کو وہ بڑے غور سے کان لگا کر سنتا ہے۔ (ضیاء القرآن)

اصل مکلف قلب ہے:

کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کا قول نقل فرمایا ہے کہ کہیں گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ میں نہ ہوتے معلوم ہوا کہ عقل قلب میں ہے اور مدار تکلیف کا عقل اور فہم پر ہے اور

فرمایا کان، آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی پوچھ ہوگی اور سمع و بصر کو قلب سے جوڑ دیا ہے کہ یہ دونوں دیکھی اور سنی ہوئی چیزوں کو پہچاننے کے لئے آلے کا حکم رکھتے ہیں۔
(تفسیر کبیر)

فائدہ: ان آیات قرآنی سے ثابت ہوا کہ امین وحی و نبوت آمین اسرار الٰہی اور شریعت اور خزانہ اسرار غیبیہ قلب ہے یہ وہ خزانہ ہے جس پر عقل کا راہزن ڈاکہ نہیں ڈال سکتا قلب اسی تجلیات باری تعالیٰ ولایت اور کشف والہام کا خزانہ ہے۔

"اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ"۔
(انشراح آیت ۱)

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ (علم و حکمت سے) کشادہ نہیں کر دیا۔

تشریح:

علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نشرح کی تفسیر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اصل الشرح بطه الحم نحوه يقال شرحت اللحم وشرحته ومنه شرح الصدري بسطه بنور الٰهي وسكينة من جهة الله وروح منه"۔ (مفردات)

یعنی گوشت کاٹنے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو الشرح کہتے ہیں اور اسی سے شرح صدر ماخوذ ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ نور الٰہی سے سینے کا کشادہ ہو جانا اللہ تعالیٰ کی جانب ہے تسکین واطمینان کا حاصل ہو جانا اور اس کی طرف سے دل میں مسرت و راحت کا شعور پیدا ہو جانا۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ الشرح اصل میں کشادگی اور فراخی کا مفہوم ادا کرتا ہے کسی الجھی ہوئی اور مشکل بات کی توضیح کو بھی شرح

کہتے ہیں فرماتے ہیں کہ شرح کے لفظ کا استعمال دلی مسرت اور قلبی خوشی کے لئے ہی ہوتا ہے آخر میں لکھتے ہی کہ شرح صدر کا مفہوم یہ بھی لیا جاتا ہے کہ نفس کو قوت قدسیہ اور انوار الٰہیہ سے اس طرح مؤید کرنا کہ وہ معلومات کے قافلوں کے لئے میدان بن جائے۔ لمکات کی ستاروں کے لئے آسمان بن جائے اور گوناگوں تجلیات کے لئے عرش بن جائے جب کسی کی یہ کیفیت ہوتی ہے تو اس کو ایک حالت دوسری حالت سے مشغول نہیں کر سکتی۔ اس کے نزدیک مستقبل حال اور ماضی سب یکساں ہو جاتے ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں اس میں علوم و معارف کے سمندر اتار دینے اور لوازم نبوت اور فرائض رسالت برداشت کرنے کیلئے بڑا اور وسیع حوصلہ دیا

"قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا"۔

(الشمس آیت ۷)

بے شک کامیاب ہے وہ شخص جس نے اس نفس کو رذائل سے پاک کیا۔

تشریح:

یہ وہ حقیقت ہے جس کے بارے میں رب نے قسمیں کھا کہ اس کو آشکارا کیا فرمایا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا وہ دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران ہوا اور جس نے اسے گناہوں کی خاک میں دبایا وہ خائب و خاسر ہوا۔

علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"التزکیۃ الانماء والاعلاء التدسیۃ النقص والاخفاء"۔

جو شخص اپنے آپ کو گناہوں سے پاک رکھتا ہو اور اپنے آپ کو اخلاق سے آراستہ کرتا ہو اس کی فطرت سلیمہ نشوونما پاتی ہے اس کی قوت و توانائی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص اپنے اندر ایسی ہمت و عزم محسوس کرتا ہے کہ وہ مشکل سے مشکل کام کرنے پر

آمادہ ہو جاتا ہے راہ میں حائل ہونے والی رکاوٹوں کو کوئی وقعت نہیں دیتا اور نہایت ثابت قدمی سے نیکی کی راہ پر گامزن رہتا ہے اس کی زندگی کا دامن اعمال حسنہ اور روشن کارناموں سے لبریز ہو جاتا ہے اس کی روحانی قوتیں بیدار ہوتی ہیں اور آخرکار وہ اس منزل پر فائز ہو جاتا ہے جس کے بارے میں حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے:

"اکون بصره الذی یبصر به"۔

یعنی میرا نور اس کی بینائی بن جاتا ہے اور وہ مجھ سے دیکھتا ہے۔

فائدہ: جب اس کی ظاہری زندگی رحمتوں اور برکتوں کا مخزن و منبع ہوتی ہے تو آخرت میں اس کی جو عزت افزائی ہوگی اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

(ضیاء القرآن)

"رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ"۔

(البقرۃ آیت ۱۲۹)

اے ہمارے پروردگار اس جماعت کے اندر ان ہی میں سے ایک پیغمبر مقرر فرمادے جو ان کو (آسمانی) کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاک کرے۔

تشریح:

اس آیت کریمہ میں رسول ﷺ کے منصب نبوت کے تین فرائض گنوائے جارہے ہیں ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سنائیں گے دوسرا کتاب وحکمت کی تعلیم دیں گے تیسرا یہ کہ اپنے روحانی تصوف سے دلوں کے آئینوں کو جلا دے اور روشن کرے تاکہ حقائق و معارف ان میں جلوہ نما ہو سکیں۔ (ضیاء القرآن)

اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے کہ ایک تو قرآن آسان نہیں ورنہ اس کی تعلیم کے لئے حضور ﷺ نہ بھیجے جاتے دوسرا یہ کہ قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث کی بھی ضرورت ہے اور "والحکمۃ" کا اشارہ ہے تیسرا یہ کہ اعمال سے طہارت نصیب نہیں ہوتی، طہارت نفسانی روحانی نگاہ مصطفیٰ ﷺ سے نصیب ہوتی ہے جیسا کہ "ویز کیھم" سے معلوم ہوا۔

(خزائن العرفان)

"يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ" وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ"۔

(الشعراء آیت ۸۸،۸۹)

اور اس دن نہ مال نفع دے گا نہ اولاد کام آئے گی بلکہ وہاں کامیابی اس کی ہوگی جس نے قلب سلیم پیش کیا۔

تشریح:

یعنی جو سلامت دل لے کر رب کے حضور حاضر ہوا اس کا مال بھی کام آئے گا اور اولاد بھی۔ سلامتی دل سے مراد دل کا بدعقیدگیوں سے پاک ہونا۔ صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک قلب سلیم وہ ہے جسے محبت و عشق الٰہی کے سانپ نے ڈس لیا ہو عربی میں سلیم سانپ ڈسے ہوئے کو کہتے ہیں۔

(خزائن العرفان)

قلب سلیم مؤمن کا دل ہوتا ہے کہ وہ کفر و نفاق کی بیماریوں سے محفوظ ہوتا ہے جبکہ کافر کا دل مریض ہوتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ "فی قلوبھم مرض"۔ مال اور اولاد کے کام آنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کافر نے نیک کاموں میں جتنا بھی روپیہ خرچ کیا ہو اس سے اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس طرح اگر کسی کافر کی اولاد مؤمن اور صالح بھی ہو تو بھی اس کی شفاعت اس کافر کے حق میں قبول نہ ہوگی لیکن جس شخص کا دل کفر

ونفاق کی بیماری سے محفوظ ہوگا اور اس نے راہ حق میں کوئی مال خرچ کیا ہوگا اس کا کئی گنا اجر روز قیامت اسے ملے گا۔

(ضیاء القرآن)

مندرجہ بالا آیات کریمہ کی روشنی میں بات روز روشن کی مانند عیاں ہوتی ہے کہ تصوف، علم باطن، علم لدنی، یا علم الاسرار و علم مکاشفہ ومحاسبہ کوئی نئی چیز یا بدعت نہیں بلکہ یہ تو وہ علم ہے جو قرآن اور اسلام کی اصل ہے اور اس کا ذکر بارہا متعدد جگہوں پر پڑھنے کو ملتا ہے کہیں پر صریح الفاظ میں کہیں اشارۃً و کنایۃً۔

احادیث مبارکہ کی روشنی میں علم تصوف کا ثبوت

"عن عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ فی حدیث سئل جبرائیل علیہ السلام عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال جبرائیل علیہ السلام فاخبرنی عن الاحسان قال ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراك"۔

(رواہ مسلم۔۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث میں جس میں جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ بتلائیے کہ احسان کیا چیز ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا اس کو دیکھ رہے ہوں اگر تم اس کو دیکھتے نہیں تو وہ تمہیں دیکھتا ہے۔

فائدہ: یہ سوال بعد دریافت حقیقت ایمان واسلام کے تھا اس سے صاف معلوم ہوا کہ عقائد واعمال ظاہری سے زائد کوئی اور امر بھی قابل تحصیل ہے جس کو احسان کہا گیا ہے اور جو حقیقت اس کی بیان کی گئی ہے یہی خلاصہ ہے اس علم تصوف کی صحت کا۔

"قال ابن کعب رضی اللہ عنہ فسقط فی نفسی من التکذیب ولا اذ کنت فی الجاھلیة فلما رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما قد غشینی ضرب فی صدری ففضت عرقا وکانی انظر الی اللہ"۔

(مشکوۃ ج ۲ ص ۱۹۲)

ابن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام کی تکذیب ایک دفعہ میرے دل میں زمانہ جاہلیت سے بھی زیادہ واقع ہوگئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو میرے سینے پر ہاتھ مارا تو میں پسینہ پسینہ ہوگیا حالت یہ ہوگئی کہ گویا میں اپنے رب کو دیکھ رہا ہوں۔

فائدہ: صاحب مرقاۃ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے دست مبارک کی برکت سے غفلت زائل ہوگئی اور فوراً ہی مقام مشاہدہ وحضور حاصل ہوگیا۔

تشریح:

توجہ کی غرض غفلت دور کرنی اور ایمان کو تیز کرنا ہوتا ہے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے معلوم ہوا کہ توجہ کی برکت سے انکشاف ہوجاتا ہے اور مجاہدات وریاضتوں کے سال ہا سال کرنے سے اتنا فائدہ نہیں ہوتا جتنا شیخ کامل کی تھوڑی سی توجہ سے حاصل ہوجاتا ہے۔

"قال رسول الله ﷺ ما صب الله شیء فی صدری الا صببته فی صدر ابی بکر"۔

(الحاوی للفتاوی)

جو کچھ اللہ عزوجل نے میرے سینے میں ڈالا تھا وہ میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سینے میں ڈال دیا ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ کوئی ایسا علم بھی ہے جو سینوں سے سینوں میں ڈالا جاتا ہے اور اس علم کے حصہ دار تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔

تشریح:

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ایک علم اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا عطا فرمایا ہے جو آپ نہیں جانتے اور ایک علم آپ کو عطا فرمایا جو میں نہیں جانتا۔ مفسرین ومحدثین کرام فرماتے ہیں کہ جو علم حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے لئے خاص فرمایا وہ علم باطن ومکاشفہ ہے اور اہل کمال کے لئے یہ باعث فضل ہے چنانچہ وارد ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز وغیرہ اعمال کی بناء پر صحابہ رضی اللہ عنہم فضیلت نہیں

بلکہ ان کی فضیلت ایسی چیز سے ہے جو ان کے سینے میں ہے یعنی علم باطن و علم اسرار کیوں کہ جو افعال صادر ہوں گے وہ حکمت ہوں گے۔

(حاشیہ کنز الایمان)

"عن الحسن بصری رحمۃ اللہ علیہ قال العلم علمان فعلم فی القلب فذاك العلم النافع وعلم علی للسان فذاك حجة الله عزوجل علی ابن آدم"۔

(مشکوۃ المصابیح ۳۴)

فرمایا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے یعنی علم دو قسم کا ہے ایک علم قلب میں ہے یہ علم نفع بخش ہے دوسرا علم وہ ہے جو زبان پر ہوتا ہے یہ علم اللہ عزوجل کی طرف سے ابن آدم پر حجت ہے۔

تشریح:

اس حدیث مبارکہ کی شرح میں صاحب مرقاۃ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس نے فقہ کے بغیر تصوف حاصل کیا وہ زندیق ہوا اور جس نے تصوف سیکھے بغیر فقہ کا علم حاصل کیا وہ فاسق ہوا اور جس نے دونوں کو جمع کیا اس نے حقیقت کو پالیا اور یہ قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

(لمعات کتاب العلم)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اول قسم علم، علم مکاشفہ ہے اور اس کو علم باطن بھی کہتے ہیں اور یہ تمام علوم کی انتہاء اور بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کو یہ علم نصیب نہ ہو تو ہمیں ڈر ہے کہ اس کا آخری انجام برا ہوگا۔

(احیاء العلوم ج ا ص ۳۴۰)

"وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قوله تعالیٰ اعلموا ان الله یحیی

الارض بعد موتها قال یلین القلوب بعد قسوتها فیجعلها فحبتة منیبة یحی القلوب المیتة بالعلم والحکمة والا فقد علم احیاء الارض بالمطر مشاهدة"۔

(اخرجہ زرین فی الدر المنثو رالحدیث ج۶ص۲۵۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں "اعلموا ان الله یحیی الارض بعد موتها"۔ یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ قلوب کو ان کے قسوت کے بعد نرم کر دیتا ہے پھر ان کو خشوع اور انابت کے ساتھ موصوف کر دیتا ہے یعنی مردہ دلوں کو علم اور حکمت کے ساتھ زندہ کر دیتا ہے اور زمین کا بارش سے تروتازہ ہونا تو مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے۔

فائدہ:

اس آیت سے پہلے حق تعالیٰ نے قلوب میں خشوع پیدا کرنے کا حکم فرمایا ہے اور اس کے بعد مضمون حیات الارض کا ارشاد ہوا جس کی دو توجیہہ ہوسکتی ہیں ایک تو یہ کہ مقصود نظیر بیان کرنا ہو حیات قلب کی، دوسری یہ کہ ارض سے مراد مجازا خود قلب ہو بطور استعارہ کے جب کہ ابن عباس نے ارشاد فرمایا بعض صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ نے قلب کو ارض اللہ الوسعۃ سے تعبیر کیا یعنی دل زمین سے وسیع ہے۔

"وعن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث طویل وما اقبل عبد علی الله بقلبه الاجعل الله قلوب المؤمنین تنقاء الیه بالود والرحمة و کان الله تعالیٰ بکل خیر الیه اسرع"۔

(مجمع الزوائد ص۲۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل حدیث میں ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنے قلب سے حق تعالیٰ کی

جانب متوجہ ہو جائے مگر حق تعالیٰ اہل ایمان کے قلوب کو اس کی طرف محبت اور مہربانی کے ساتھ متوجہ اور مطیع کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کی خیر اس کی طرف جلدی پہنچاتے ہیں۔

فائدہ: حق تعالیٰ کے ساتھ دل کا لگ جانا جس کے لوازم عادیہ سے دوامر ہیں دوام یاداشت ودوام اطاعت غالباً احوال میں یہ حقیقت ہے نسبت باطنی کی اور وہ مشائخ کرام کا بھی مقصد ہوتا ہے اور جتنے بھی صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کوششیں وریاضتیں کررہے ہیں دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی اطاعت کو مثبت کرنے کے لئے کررہے ہیں۔

"وعن فضالة الكامل رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم المجاهد من جاهد في نفسه في طاعة الله"۔

حضرت فضالۃ الکامل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجاہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔

فائدہ: مجاہدہ نفس کو بزرگوں کے اقوال میں جہاد اکبر کہا گیا ہے اس حدیث سے اس کا اثبات ہوتا ہے کیوں کہ اس قسم کی ترکیب۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں:

"ومن ههنا يظهر فرضية اخذ الطريقة الصوفية واثبت باذيال الفقراء كفرضية قراة كتاب الله تعالىٰ وتعلم احكامه"۔

(تفسیر مظہری ج ۱ ص ۴۴۳)

اور اس سے یہاں پر صوفیاء کے طریقہ کو اخذ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ صرف فقراء کے ذریعے اور اُن کے دامن کرم سے وابستہ ہو کر ہی حاصل کیا جاسکتا ہے جس طرح کتاب اللہ پڑھنا فرض ہے

اوراحکام کی تعلیم کا حصول ضروری ہے۔

"واما العلم لدنی الذی یسمون اھلھا بالصوفیة الکرام فھو فرض عین لان ثمراتھا تصفیة القلب عن اشتغال بغیر اللہ تعالی واتصافہ بدوام الحضور وتزکیة النفس عن رذائل الاخلاق من العجب والکبر والحسد وحب الدنیا والکسل فی الطاعات وایثار الشھوات والریاء والسمعة وغیر ذالك وتخلیتھا بکرام الاخلاق من التوبة والرضاء بالقضاء والشکر علی النعماء والصبر علی البلاء وغیر ذالك ولاشك ان ھذا الامور محرمات وفرائض علی کل بشر اشد تحریما من معاصی الجوارح واھم افتراضا من فرائضھا فالصلوۃ والصوم وشیء من العبادات لایعبا بشیء منھا مالم تقترن بالاخلاص والنیة قال رسول اللہ ﷺ لایقبل من العمل الا بان لہ خالصا وابتغی بہ وجھہ رواہ النسائی عن ابی امامة وقال علیہ السلام ان اللہ لاینظر صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم رواہ مسلم عن ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ وکل ما یترتب علیہ من الفرائض الاعیان فھو فرض عین واللہ اعلم"۔

(تفسیر مظہری جلد نمبر ۴ ص ۳۴۳ سورۃ توبہ)

اور علم لدنی (جس کے حاملین صوفیاء کرام سے مسمی ہیں) کا طلب فرض عین ہے کیوں کہ اس علم کا ثمرہ یہ ہے کہ دل ماسوائے اللہ تعالیٰ کے اشتغال سے صاف ہو جائے اور دوام حضور سے متصف ہو جائے اور نفس کی رذیل چیزوں سے صفائی ہو جائے مثلاً عجب، تکبر، حسد، حب دنیا، طاعات میں

سستی کرنا، شہوات نفسانی کو پسند کرنا، ریا کاری اور سمعہ وغیرہا نیز نفس اخلاق حمیدہ سے متصف ہو جائے مثلاً توبہ کرنا، نعمتوں پر شکر کرنا، مصائب پر صبر کرنا وغیرہ، اس میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ اخلاق رذیلہ پر بشر مکلّف پر جوارح کے محرمات سے اشد محرمات ہیں اور مذکورہ اخلاق حمیدہ ہر بشر مکلّف پر جوارح کے فرائض سے اشد فرائض ہیں کیوں کہ نماز، روزہ اور دوسری عبادات اس وقت تک معتدہا اور مقبول نہیں ہیں جب تک کہ اخلاص دل اور صدق نیت اس کے ساتھ شامل نہ ہو۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صرف وہ عمل قبول کرتا ہے جس میں خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب ہو نیز نبی اکرم نور مجسم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اموال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھا ہے۔

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جس چیز پر فرض عین اشیاء مرتب ہوتی ہیں تو وہ مرتب علیہ بھی فرض عین ہے۔ اس طرح تحصیل کمالات باطنیہ کی فرضیت اور وجوب کے بارے میں حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ارشاد الطالبین میں صفحہ نمبر ۱۳، ۱۴ پر تفصیل سے بیان فرمایا وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ اسی طرح امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"لولاسنتان لهلك النعمان رحمۃ اللہ علیہ"۔

(حاوی، حدیقہ، درالمختار، قطب الارشاد)

یعنی اگر دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا۔

فائدہ: ان دو سالوں سے مراد وہ دو سال ہیں جس میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں کمالات باطنیہ حاصل کئے اور طریقہ قادریہ علویہ میں حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے علم باطن حاصل کیا۔

بعض لوگوں نے ان دوسالوں سے مراد آپ کے عمر مبارک کے آخری دوسال مراد لئے ہیں لیکن یہ غلط ہے کیوں کہ اس طرح سے مسائل اجتہادیہ غلط ہو جاتے ہیں (العیاذ باللہ) بلکہ محققین فرماتے ہیں کہ ان دوسالوں سے مراد قبل الاجتہاد نوجوانی کے دوسال ہیں کہ نور فراست اور کمالات باطنیہ اور علوم ظاہریہ کی تکمیل کے بعد میں حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے استنباط مسائل اجتہادیہ شروع فرما کر ساری امت مسلمہ کے لئے چراغ روشن بن گئے اور حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ "لولاسنتان" میں سین کوضمہ سے پڑھنا راجح ہے مراد یہ کہ اگر دوسنت یعنی ثابت بالسنۃ چیزیں نہ ہوتیں کہ ایک علم باطن ہے اور دوسرا علم ظاہر ہے تو حضرت نعمان ہلاک ہو جاتے کیوں کہ محرمات ظاہریہ اور باطنیہ سے اجتناب اور فرائض ظاہرہ اور باطنیہ پر امتثال ان دوعلوم کے بغیر محرمات کا ارتکاب اور فرائض کا ترک کرنا لازم آتا ہے جو کہ ہلاکت ہے۔

مذکورہ تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ علم باطن کی طلب فرض عین ہے اور عدم طلب فسق ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔

(حجۃ السالکین ص ۲۶۵)

باب چہارم

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز علم کی اقسام اور صحبت شیخ کے آداب بیان کرتے ہوئے اپنی کتاب مبداء ومعاد میں لکھتے ہیں:

علم کی شرافت معلوم کے شرف اور مرتبے کے موافق ہے معلوم جتنا شریف تر ہوگا اس کا علم اتنا ہی عالی تر ہوگا پس علم باطن جس سے صوفیاء کرام ممتاز ہیں اشرف ہے علم ظاہر سے جو علماء ظواہر کا حصہ ہے جس طرح علم ظاہر کو علم حجامت اور علم پارچہ پر باقی فضیلت حاصل ہے۔

پس آداب پیر کی رعایت (علم باطن جس سے حاصل کرتے ہیں) کئی گنا زیادہ ہے آداب استاد کے رعایت سے (وہ جس سے علم ظاہر اخذ کرتے ہیں) اسی طرح علم ظاہر کے استاد کے آداب کی رعایت کئی گنا زیادہ ہے حجام اور جولاہے کی اصناف میں جاری ہے علم کلام وفقہ کا استاد اولیٰ واقدم ہے علم نحو اور صرف کے استاد سے نحو وصرف کا استاد اولیٰ ہے علوم فلسفی کے استاد سے اس لئے کہ علم فلسفہ کا دخول علوم معتبرہ میں نہیں کیوں کہ اس کے اکثر مسائل بے ہودہ اور لاحاصل ہیں اور ان کے بہت کم مسائل اسلامی کتابوں سے اخذ شدہ ہیں جن میں بھی تصرفات کئے ہوئے ہیں جو کہ جہل مرکب سے خالی نہیں کیوں کہ عقل کو اس مقام میں کوئی مجال نہیں انوار نبوت عقل نظری کے انداز سے وراء ہے۔

جاننا چاہئے کہ پیر کے حقوق تمام اہل حقوق کے حقوق سے بالا ہیں بلکہ پیر کے حقوق دوسروں کے حقوق کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتے حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کے انعامات اور اس کے رسول ﷺ (آپ پر اور آپ کی آل پر صلوٰۃ وتسلیمات ہو) کے احسانات آپ پر ہوں تمام کے پیر حقیقی رسول اللہ ﷺ ہیں ظاہری ولادت اگرچہ والدین سے ہے لیکن

معنوی ولادت پیر کے ساتھ مخصوص ہے ظاہری ولادت کی حیات چند روزہ ہے اور معنوی ولادت کی حیات ابدی ہے مرید کی معنوی نجاستوں کو پیر اپنے قلب وروح سے صاف کرتا ہے اور اس کے باطنی حصوں کی تطہیر فرماتا ہے ان توجہات میں جو بعض مریدوں کی نسبت واقع ہوتی ہیں کہ ان کی باطنی نجاستوں کی تطہیر کے دوران میں الودگی صاحب توجہ پر بھی پڑ جاتی ہے اور ایک عرصہ تک طبیعت مکدر رہتی ہے صاحب توجہ یعنی پیر کی۔ یہ پیر ہی ہے کہ جس کے توسل سے خدا عزوجل تک پہنچتے ہیں جو تمام دنیوی اور اخروی سعادتوں سے فوق ہے۔ پیر ہی ہے جس کے وسیلہ سے نفس امارہ جو بالذات خبیث ہے تزکیہ شدہ اور پاک ہوجاتا ہے اور امارگی سے اطمینان تک پہنچتا ہے اور جبلی کفر سے اسلام حقیقی تک آجاتا ہے اگر میں اس کی شرح کروں تو بے حد ہوجائے پس اپنی سعادت کو پیر کی قبولیت میں جاننا چاہئے اور اپنی بدبختی اس کے رد کرنے میں ہم اس سے اللہ سبحانہ کی پناہ مانگتے ہیں حق سبحانہ کی رضا کو رضائے پیر کے پردے میں رکھا گیا ہے جب تک مرید خود کو پیر کے رضامندوں میں گم نہ کر دے حق سبحانہ تعالیٰ کی مرضیات تک نہیں پہنچ سکتا مرید کی آفت پیر کی آزار کا کوئی چیز تدارک نہیں کرسکتی۔

پیر کی ناراضگی مرید کے لئے شقاوت کی بنیاد ہے اس سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پناہ اسلامی اعتقادات میں خلل اور احکام شرعیہ کی بجاآوری میں فتور اس (آزار پیر) کے نتائج وثمرات میں سے ہے احوال ومواجید جو باطن کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں کے متعلق کیا کہیں اور احوال کا کوئی اثر اگر آزار پیر کے باوجود بھی باقی ہوا اسے استدراج شمار کرنا چاہئے جو بالآخر خرابی کھینچ لائے گا اور ضرر کے سوا کوئی نتیجہ نہیں دے گا اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے۔

(السعادات شرح مبداء ومعاد از امام ربانی ص ۲۸)

علامہ شامی احوال قلب کی تفصیل بیان کر کے فرماتے ہیں:

”فیلزمه ان یتعلم منها ما یری نفسه محتاجا الیه وازالتها فرض عین“۔

(شامی جلد اول بحث قلب)

مؤمن کو لازم ہے کہ رذائل کے دفعہ کے لئے علم اتنا حاصل کرے جتنا اپنے نفس کو اس کا محتاج سمجھے کیوں کہ ان رذائل کا ازالہ فرض عین ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم الدین جلد اص ۳۳ پر فرمایا:

”وکذالك یفترض علیه علم احوال القلب من التوکل والخشیة والرضاء“۔

یعنی جیسے باقی علوم فرض ہیں اس طرح علم سلوک بھی فرض ہے جو علم احوال القلب ہے جسے توکل ہو خوف رضا بالقضاء۔

حضرت خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف لطیف ”فضل الخطاء“ میں تحریر فرمایا ہے کہ علماء کے تین گروہ ہیں:

- **اول:** علم ظاہر کو جاننے والے۔
- **دوم:** علم باطن کو جاننے والے۔
- **سوم:** علم ظاہر اور علم باطن دونوں کے جاننے والے۔

طائفہ ثالثہ کے علماء نادر الوجود اور کامیاب ہوتے ہیں اگر ہر عصر میں اس قسم کے عالم دین جملہ جہاں میں ایک ہی ہوں تو بسیار اور کافی ہے اس کی برکات عالم شرق وغرب تک پہنچتی ہیں اور وہ اپنے وقت کے قطب ہوتے ہیں اور تمام جہانوں والے اس کی پناہ دولت اور سایہ رحمت میں ہوتے ہیں۔ (فضل الخطاب ص ۲۵۸)

فائدہ:

ان عبارات کی روشنی سے معلوم ہوا کہ علم باطن افضل العلوم ہے جیسا کہ یہ بات (مبداء ومعاد) کی عبارت سے واضح ہے پس علم باطن احادیث مبارکہ اور آیات قرآنیہ سے ثابت ہے اور عہد نبوی ﷺ اور عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک متواتر چلا آرہا ہے اور علماء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ علم باطن اور کمالات کی طلب فرض عین ہے۔

(ہدایۃ السالکین)

باب نمبر۵:

معرفت الٰہی

اللہ رب العزت اپنے کلام میں فرماتا ہے:

"مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ"۔ (الانعام آیت ۹۱، الحج آیت ۷۴، الزمر آیت ۶۷)

انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وہ قدر نہ کی جس کا حق تھا۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں آتا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وہ معرفت حاصل نہ کی جو کرنی چاہئے تھی۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مکان کا دارومدار اس کی بنیاد پر ہوتا ہے اور دین اسلام کا دارومدار معرفت الٰہیہ پر ہے اور اس کے ساتھ یقین اور عقل قامع پر ہے میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان یہ عقل قامع کیا ہوتی ہے فرمایا جو برائیوں سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حرص پیدا کرتی ہے۔

(رسالہ قرشیہ ص ۳۶۶)

حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں معرفت علمی دنیا و عقبیٰ کی تمام نیکیوں کی بنیاد ہے اور آدمی کے لئے ہر حال میں اور ہر مقام پر اہم ترین چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے لاریب کلام میں میں فرماتا ہے:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ اى ليعرفون"۔

(الذاریات آیت ۵۶، تفسیر مظہری)

ہم نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر اپنی عبادت کیلئے۔

تفسیر مظہری نے یہاں عبادت سے مراد معرف الٰہی گئی ہے یعنی یہ کہ وہ مجھے پہچانیں۔ بیشتر لوگ اس فرض سے غافل رہتے ہیں صرف وہی لوگ بروئے کار آتے ہیں جنہیں حق تعالیٰ منتخب فرمائے اور جن کے دلوں کو وہ اپنے نور سے منور فرمادے اور جو اس کے فضل وکرم سے دنیا کی تاریکیوں سے نجات پالیں۔

(کشف المحجوب ص ۲۴۸)

معرفت شہرت سے مشروط نہیں:

نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

"عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ ان ادنی الریاء شرک واجب العبد الی الله تبارک وتعالیٰ الاتقیاء الاخفیاء الذین اذا غابوا لم یفتقدوا واذا شھدوا لم یعرفوا اولئك ائمة الھدی ومصابیح العلم"۔

(الحاکم، الطبرانی، مستدرک)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا معمولی سا دکھاوا شرک (شرک خفی) ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندوں میں سے محبوب ترین متقی اور مشیت الٰہی رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو موجود نہ ہوں تو تلاش نہ کئے جائیں اور موجود ہوں جو پہچانے نہ جائیں وہی لوگ ہدایت کے امام اور علم کے چراغ ہیں۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ معرفت الٰہیہ زیادہ مشہور ہونے سے نہیں ہے بلکہ پرہیزگاری اور خشیت الٰہی سے ہے معرفت الٰہی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور زیادہ عبادت وریاضت سے نہیں ملتی۔

"عن حارثہ بن وھب الخزاعی رضی اللہ عنہ قال قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الا اخبر کم باھل الجنۃ کل ضعیف متضیعو لو اقسم علی اللہ لابرہ الا اخبر کم باھل النار کل عتل جواظ مستکبر"۔

(متفق علیہ)

حضرت حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کیا میں تمہیں اہل جنت کی پہچان نہ بتاؤں ہر کمزور اور حقیر سمجھا جانے والا شخص (مگران کا مقام یہ ہے) کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھے تو وہ اسے سچا کر دیتا ہے کہ میں تمہیں دوزخیوں کی پہچان نہ بتادوں، ہر سخت مزاج، جھگڑالو اور مغرور شخص۔

"قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ سیکون فی آخر ھذہ الامۃ قوم لھم مثل آجر اولھم یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقاتلون اھل الفتن"۔

(مشکوۃ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے جب اس امت کے آخری دور میں ایک جماعت پیدا ہوگی جس کا ثواب اس امت کے ابتدائی دور کے لوگوں کے ثواب کی مثل ہوگا اس جماعت کے لوگ مخلوق خدا کو اچھی باتوں کا حکم دیں گے اور بری باتوں سے روکیں گے اور فتنہ برپا کرنے والوں سے لڑیں گے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ عارف باللہ کو اللہ تعالیٰ ہر سانس پر ہزار شہیدوں کا ثواب دیتا ہے۔ (احقاق المعالی ص ۳۵۱)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہی شریعت ہے کہ درویشوں کی خدمت میں اور رنگ پیدا کرتی ہے یعنی دل جب جسم کے تعلق علوم ظاہری کے تعلق اور اللہ تعالیٰ کے سوا جتنے علاقے ہیں سب سے پاک ہو جاتا ہے اور نفس کی برائیاں دور ہو کر نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے اور خدا کی بندگی میں خلوص پیدا ہو جاتا ہے تو یہی شریعت اس کے حق میں مغز دار ہو جاتی ہے اور اس کی نماز خدا جل جلالہ کے نزدیک اور تعلق بہم پہنچاتی ہے یعنی دو رکعت اس کی اوروں کی لاکھ رکعت سے بہتر ہوتی ہے اور یہی حال اس کے روزے اور صدقے وغیرہ کا بھی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سب احد پہاڑ کے برابر سونا خدا کی راہ میں خرچ کرو گے تو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو خدا کی راہ میں ایک سیر جو یا آدھا سیر جو دیئے اس کے برابر نہ ہوگا یہ مرتبہ ان کی قوت ایمانی اور اخلاص کے سبب سے تھا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی نور کو درویشوں کے سینوں میں ڈھونڈنا چاہئے اور اسی نور سے اپنے سینے کو روشن کرنا چاہئے ولی متقی کی علامت یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ ان کی صحبت میں اللہ تعالیٰ یاد آ جائے یعنی ان کی صحبت میں دنیا کی محبت کم ہو جائے اور خدا کی محبت زیادہ ہو جائے۔ واللہ اعلم

(مالابد منہ ص ۱۳۵)

ان سب عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ اصل فضیلت نہ علم ظاہر سے ہے نہ زیادہ احادیث روایت کرنے سے کثرت اعمال سے اور نہ ہی زیادہ ریاضت سے ہے بلکہ اصل فضیلت علم نافع جو علم باللہ ہے کے حصول سے ملتی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو عارفین باللہ بنائے۔ (آمین)

باب نمبر ۶:

مرشد کی ضرورت

آیات قرآنی میں اشارات اور بزرگان دین کی تصریحات:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ"۔

(سورۃ المائدۃ آیت ۳۵)

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جدو جہد کرو تا کہ فلاح پا جاؤ۔

صاحب تفسیر ابن منظور لفظ وسیلہ کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الوسیلة فی الاصل ما یوصل به الی الشیء ویتقرب به الیه"۔

(لسان العرب)

یعنی جس چیز کی ذریعے کسی تک پہنچا جائے اور اس کا قرب حاصل ہو اسے وسیلہ کہتے ہیں۔

"والوسیلة کل ما یتقرب به"۔

(کشاف)

ایمان نیک اعمال عبادات پیروی سنت اور گناہوں سے بچنا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں اور مرشد کامل جو اپنی روحانی توجہ سے اپنے مرید کی آنکھوں سے غفلت کی پٹی اتار دے دل میں یاد الٰہی کی تڑپ پیدا کر دے اس کے وسیلہ ہونے میں کون شبہ کر سکتا ہے کاملین امت نے ایسے مرشد کی تلاش میں سینکڑوں ہزاروں کوس کی مسافت کو پا پیادہ طے کیا ہے اور ان کی راہنمائی اور دستگیری سے

آسمان معرفت وہ حکمت پر مہر وماہ بن کر چکے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس آیت میں وسیلہ ہے مراد بیعت مرشد ہے۔

(قول جمیل شاہ ولی اللہ)

"اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ"۔

(بنی اسرائیل آیت ۵۷)

وہ لوگ جنہیں یہ مشرک پکارتے ہیں وہ تو خود ڈھونڈتے ہیں اپنے رب کی طرف وسیلہ کہ کون سا بندہ (اللہ تعالیٰ) سے زیادہ قریب ہے۔

تشریح:

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ مقرب بندوں کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنانا جائز ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے اس آیت کریمہ سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کرنا ممنوع ہے لیکن مقبولان بارگاہ ایزدی کا وسیلہ پکڑنا اور ان سے التماس دعا کرنا جائز ہے۔

(ضیاء القرآن)

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ، صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ"۔

(سورۃ الفاتحہ)

چلا ہمیں سیدھے راستے پر راستہ ان کا جن پر تو نے انعام کیا ہے۔

تشریح:

ان الفاظ سے راہ حق کی نشاندہی فرمادی تاکہ تعصب اور ضد سے بلند ہو کر جو اس کا متلاشی ہو وہ اسے پہچان سکے فرمایا جن لوگوں پر میں نے انعام واکرام فرمایا ہے جس راستے

پر وہ چل رہے ہیں وہی سیدھا راستہ ہے اور ان لوگوں سے متعلق بھی تصریح فرمادی ہے:

"مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ"۔

کہ میرا انعام نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور نیک بندوں پر ہے خود سوچ لیں کہ کن راہوں پر ان نفوس قدسیہ کے نقش پا ہیں حضرت صدیق، فاروق، عثمان، حیدر اور صحابہ کرام واہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کس جماعت کے پیشوا ہیں اور اولیاء کرام کا سلسلہ اس وقت سے لیکر آج تک کس جماعت سے ظاہر ہو رہا ہے۔

(ضیاء القرآن)

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ"۔

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

تشریح:

عام مسلمانوں کو انہی کے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت کی جارہی ہے کیوں کہ حقیقی کامیابی یہی ہے کہ انسان سے خطا ہو جائے تو اعتراف جرم اور احساس ندامت کے بعد عفو ودرگزر کی التجا کرے نیز اللہ تعالیٰ کے سچے اور نیک بندوں کی صحبت اختیار کرنے کی بھی اس آیت مبارکہ میں ترغیب دی گئی ہے۔

(ضیاء القران)

فائدہ:

قطب ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت توحید کی اساس ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت بھی اہل اللہ کی محبت اور صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ ایک مؤحد اور مخلص، ولی، اللہ تعالیٰ کی زمین میں اس کا خلیفہ اور نائب ہے اللہ

تعالیٰ اسے برگزیدہ کرتے ہیں اور اپنا قرب عطا فرماتے ہیں، ساتھ ہی اسے اپنے کلام کے معنی اور مطالب سمجھنے کیلئے شرح صدر عطا فرماتے ہیں اور اسے نوع انسانی کی راہنمائی اور روحانی و باطنی تزکیہ اور اصلاح کے لئے معین فرماتے ہیں۔

(طریقۃ النقشبندیہ مجددیہ ص ۱۳۴)

"وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا"۔

(کہف ص ۱۷)

اور جسے گمراہ کرے تو ہرگز اس کا کوئی حمایتی راہ دکھانے والا نہ پاؤ گے۔

تشریح:

اس سے معلوم ہوا کہ گمراہ کا نہ کوئی مددکار ہے نہ کوئی مرشد، رہبر اور مؤمن کے لئے دونوں ہیں آج جتنے بھی بے پیرے، بےنورے ہیں سب سرگردان ہیں۔

(خزائن القرآن)

ضرورت مرشد کامل

احادیث مقدسہ کی روشنی میں:

"عن عبد اللہ بن مسعود قال قال جاء رجل الی رسول اللہ ﷺ فقال یارسول اللہ کیف تقول فی رجل احب قوما ولم یلحق بھم فقال رسول اللہ ﷺ المرء مع من احبہ"۔

(متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس شخص کے بارے میں کیا ارشاد ہے جو کسی قوم سے محبت رکھتا ہے لیکن (ان جیسے اعمال کر کے) ان سے ملا نہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا (روز قیامت) آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ (دنیا میں) محبت رکھتا ہوگا۔

"وعن ابی خلاد رضی اللہ عنہ (وکانت لہ صحبۃ) قال قال رسول اللہ ﷺ اذا رایتم الرجل قد اعطی زھدا فی الدنیا وقلۃ منطق فاقتربوا منہ فانہ یلقی الحکمۃ"۔

(ابن ماجہ، بیہقی)

حضرت ابوخلاد رضی اللہ عنہ (جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم دیکھو کہ دنیا میں کسی شخص کو زہد اور کم گوئی عطا کر دی گئی ہے تو اس کا قرب حاصل کرو کیوں کہ اسے حکمت عطا کر دی جاتی ہے۔

"عن ابی سعید رضی اللہ عنہ انہ سمع رسول اللہ ﷺ یقول لاتصاحب الامومنا ولایاکل طعامك الاتقی"۔

(الترمذی، ابوداؤد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا صرف مومن کی سنگت اختیار کرو اور تمہارا کھانا صرف پرہیز گار ہی کھائے۔

"عن ابی موسی رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال مثل الجلیس الصالح والسوء کحامل المسك ونافخ ایکر فحامل المسك اما ان یحذیك واما ان تبتاع منه واما ان تجد منه ریحا طیبة ونافخ ایکر اما ان یحرق ثیابك واما ان تجد ریحا خبیثة"۔

(متفق علیہ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اچھے اور برے ساتھی کی مثال مشک اور بھٹی دھونکنے والے جیسی ہے کیوں کہ مشک والا یا تو تحفہ میں تمہیں (تھوڑی سی خوشبو دے گا) یا تم اس سے خرید لوگے ورنہ عمدہ خوشبو تو تم پا ہی لوگے (سونگھ ہی لوگے) رہی بھٹی والی لوہار کی بات تو (اس کی بھٹی کی بدبو) بدبو تو ضرور پہنچ جائے گی۔

"عن ابی ذر رضی اللہ عنہ انہ قال یارسول اللہ ﷺ الرجل یحب القوم ولایستطیع ان یعمل لعملھم قال انك اباذر مع من احببت قال فانی احب اللہ ورسولہ قال انت یا اباذر مع من احببت قال فاعادھا رسول اللہ ﷺ"۔

(ابوداؤد، احمد بن حبان)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ایک آدمی کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے لیکن ان جیسا عمل نہیں کرسکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر رضی اللہ عنہ تو ان کے ساتھ ہوگا جن سے تجھے محبت ہے انہوں نے عرض کی میں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا اے ابوذر تو یقیناً ان کے ساتھ ہوگا جن سے تجھے محبت ہے راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے دوبارہ دہرایا۔

"وعن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول الله ﷺ یقول قال الله تعالیٰ وجبت محبتی للمتحابین فِیَّ والمتجالسین فِیَّ والمتزاورین فِیَّ والمتباذلین فِیَّ"۔

(رواہ مالک باسناد صحیح)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری محبت واجب ہوگئی ان کیلئے جو میری خاطر آپس میں محبت کرتے ہیں، میری خاطر مجلسیں قائم کرتے ہیں۔ میری خاطر ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور میری خاطر ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔

(رواہ مالک)

"عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ ان الله تعالی یقول یوم القیامة این المتحابون بجلالی الیوم اظلھم فی ظلتی یوم لاظل الا ظلی"۔

(مسلم واحمد ودارمی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا میری عظمت کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والے کہاں ہیں آج میں انہیں اپنے سائے میں جگہ دوں گا کیوں کہ آج میرے سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہے۔

(مسلم واحمد)

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لو ان عبدین متحابا للہ واحد فی المشرق وآخر فی المغرب مجمع اللہ بینھما یوم القیامۃ یقول ھذا الذی کنت تحبہ"۔

(رواہ البیہقی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگر دو بندے اللہ تعالیٰ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کریں خواہ ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں (بھی) ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز انہیں ملا دے گا اور فرمائے گا یہ وہ شخص ہے جس سے تو میری خاطر محبت کیا کرتا تھا۔

(بیہقی)

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مقصود حق سبحانہ وتعالیٰ ہے اور پیر حق تعالیٰ تک پہنچنے کا وسیلہ ہے لہذا حقیقی فلاح اور نور کے حصول کیلئے مجاہدہ اور ریاضت سے قبل مرشد کی تلاش ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کی سنت اسی طرح جاری ہے لہذا مرشد کے بغیر راہنمائی شاذ و نادر ہے۔ چنانچہ بڑے بڑے علماء دہر کو بھی حقیقت کی راہ شیخ طریقت کے بغیر میسر نہ آسکی اور مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ جیسے عالم بے بدل کو بھی کہنا پڑا:

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

یعنی مولوی اس وقت تک مولائے روم نہ بن سکا۔۔۔۔ جب تک کہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کا غلام (یعنی مرید) نہ ہوا۔

فقط مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ہی نہیں بلکہ راہ طریقت کے اس سفر میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بہاؤالدین شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر اولیاء عظام اور ان جیسے دیگر بے شمار بزرگان راہ طریقت کو بھی کسی نہ کسی صاحب رشد و ہدایت اور اہل اللہ کے سامنے زانوئے عقیدت و ارادت تہہ کرنا پڑے۔ حصول نسبت کے لئے بیعت ہوئے اور کسی نہ کسی واقف راہ طریقت و معرفت کی راہنمائی میں انہوں نے سلوک کے منازل طے کئے۔

سفر نہ تنہا من دریں میخانہ مستم
جنید و شبلی و عطار ہم مست

اس میخانہ طریقت میں آنے والا اکیلا میں نہیں۔۔۔۔ بلکہ جنید، شبلی اور عطار بھی اس شراب کو پی کے مست ہیں۔

حضرات ائمہ شریعت و ائمہ طریقت سے بہتر فطری صلاحیتیں اور بہترین استعداد کس میں ہے جو بہترین اولیاء اللہ تھے جن کی کرامات و خوارق شکم مادر میں ہی ظاہر ہونے لگیں تھیں اور ان میں ہر ایک میدان عمل کا بے مثال شاہ سوار تھا لیکن پھر بھی انہیں کسی نہ کسی زندہ شخصیت کے توسل اور توسط کی ضرورت پڑی حتی کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو جب حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت ہوئے دو سال ہو گئے تو کسی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضور کا سن شریف کیا ہے؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دو سال عرض کی حضور مجھ سے استہزاء فرماتے ہیں میں جاہل نہیں ہوں کہ ٹھٹھا کروں بلکہ میں عمر اس دن سے شمار کرتا ہوں

جس دن سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت کی بلکہ آپ نے ایک جگہ یوں بھی فرمایا کہ:

"لولا سنتان لهلك النعمان"۔

یعنی اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان رحمۃ اللہ علیہ (امام اعظم) ہلاک ہو جاتا۔

(تحفۃ الاخوان)

دین مجو اندر کتاب اے بے خبر
علم وحکمت از کتب دین از نظر

(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

اے بے خبر دین کتابوں میں تلاش نہ کر۔۔۔۔علم وحکمت کتابوں میں ملتا ہے جبکہ دین نظر سے۔

یعنی کہ اسلام کے ارکان اور ایمان کے اجزاء تو کتابوں سے مل سکتے ہیں لیکن تزکیہ نفس، تصفیہ باطن اور احسان کے درجے کا حصول بغیر کسی عارف مرشد اور راہنمائی کے ممکن نہیں۔ جب تک انسان زبانی معمولات سے گزر کر قلبی کیفیات پیدا نہیں ہوتیں۔ اس وقت تک آدمی مقصد کو پا نہیں سکتا اور اسی امر کے لئے کسی مرد کامل کی سرپرستی کا حصول ضروری ہے۔

قال را بگزر مرد حال شو
پیش مرد کاملے پامال شو

طریقت کے معاملات میں صرف زبانی ذکر کی حد تک نہ رہ بلکہ اس کا اطلاق اپنے قلب وروح پر بھی کر اور اس مقصد کیلئے کسی مرد کامل کے دامن سی وابستہ ہو جا۔

عوارف المعارف میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول نقل ہے فرماتے ہیں:

"من لم یکن له شیخا فابلیس شیخه"۔

یعنی جس کا کوئی مرشد نہیں اس کا مرشد شیطان ہوتا ہے۔

نیک وصالح لوگوں اور اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنا اور ان کی باتیں سننا انتہائی سعادت اور برکت کا باعث ہے اللہ والوں کی مجالس میں بیٹھنے اور صحبت اختیار کرنے سے خیر اور نیکی کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

یعنی اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں ایک گھڑی بھر بیٹھنا سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی مکتوبات میں فرماتے ہیں فرصت بہت تھوڑی ہے اور اسے اعلیٰ ترین مقصد میں صرف کرنا ضروری ہے اور وہ ہے ارباب جمعیت کی صحبت، کیوں کہ صحبت کے برابر کوئی چیز نہیں کیا آپ نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب صحبت ہی کے باعث انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا سب غیر صحابہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت رکھتے ہیں اگرچہ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عمر حروانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہی کیوں نہ ہوں۔حالانکہ یہ تینوں صاحبان صحبت کے سوا تمام درجات کی انتہائی بلندیوں اور تمام کمالات کی آخری حد تک پہنچے ہوئے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے راہ خدا میں جو نصف صاع جو خرچ فرمایا ہے اگر دوسرا کوئی احد کے پہاڑ برابر سونا بھی خرچ کرے تو اس کے برابر نہیں ہو

سکتا۔ یہ فرق صرف ان باطنی کمالات کی وجہ سے جو ان کو رسول اللہ ﷺ کے فیض صحبت سے حاصل ہوئے۔

(مکتوبات نمبر ۲۰۷ دفتر اول)

حاصل کلام یہ کہ راہ حق پر چلنے والے کیلئے صحبت شیخ اور مرشد کامل کی قربت بہت ضروری ہے ورنہ راہ مستقیم سے بھٹک جانے کا اندیشہ ہے حضرت شیخ عبدالخالق غجدوانی کا ارشاد ہے:

صحبت نا آشنا سے اس طرح بھاگو جیسے تم شیر سے بھاگتے ہو اگر صحبت میں اہل باطن سے مشغول ہو تو ظاہر میں غیر اللہ سے بھی پرہیز کرو باطنی صحبت کی صحت کی علامت یہ ہے کہ روحانی فیض دل پر اثر کرتا ہے اور ماسوا اللہ تعالیٰ سے خلاصی پاتا ہے۔

ضرورت شیخ پر اعتراض اور اس کا جواب:

ضرورت شیخ کے سلسلے میں بعض اوقات ذہنوں میں ایک سوال اٹھتا ہے کہ جب کتب تصوف میں ہر قسم کے اذکار اور وظائف اور ان کے پڑھنے کے طریقے موجود ہیں تو پھر شیخ کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ طب کی کتابوں میں ہر قسم کے نسخہ جات، طریقہ علاج، کمیت ادویات اور طریق استعمال موجود ہے تو پھر کسی ماہر طبیب اور ڈاکٹر کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا کبھی کسی معقول آدمی کے ذہن میں کبھی یہ سوال بھی اٹھتا ہے؟ ظاہر ہے کہ نہیں۔

اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ جان عزیز ہے اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ طب کی کتابوں اور اپنے علم پر بھروسہ نہ کیا جائے بلکہ اچھی طرح چھان بین کر کے کسی ماہر طبیب کو تلاش کیا

جائے اور اس سے علاج کرایا جائے اس طرح اگر ایمان عزیز ہو اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا مقصود ہو تو معقولیت کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی کسی معالج روحانی کو تلاش کرے کیوں کہ روحانی طبیب کے بغیر روحانی صحت اور تزکیہ باطن اور تعلق مع اللہ پیدا ہونا محال ہے۔

(دلائل سلوک)

باب نمبر ۷:

مرشد کامل کی علامات

مرشد کامل کی سب سے بڑی پہچان اور علامت یہ ہے کہ وہ سنت نبوی ﷺ کو زندہ کرتا ہے اور بدعت کو مٹاتا ہے مرشد کامل اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا مطیع ہوگا اور اس کے طریقے پر چلنے والا ہوگا اگر سنت رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ کی معرفت ومحبت کا دعویدار اور قرآن کے اسرار ورموز کی واقفیت کی دعویداری کرے وہ جھوٹا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت اور دوستی کا راز نبی پاک ﷺ کی اتباع میں رکھا ہے جس پر قرآن کی آیت دلالت کرتی ہے کہ:

"مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ"۔

(النساء آیت ۸۰)

جس نے اطاعت کی رسول ﷺ کی تو یقیناً اس نے اطاعت کی اللہ کی۔

اللہ پاک نے نبی کریم ﷺ کی اتباع کا امر فرمایا کہ:

"وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا"۔

(حشر آیت ۷)

اور رسول کریم ﷺ جو تمہیں عطا فرما دیں وہ لو اور جس سے تمہیں روکیں رک جاؤ۔

یہاں پہ ارشاد صرف غنائم کے اموال تقسیم کرنے کے بارے میں نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں احکام رسالت کی پابندی میں انسان کی فلاح ہے اور اسی کی جانب حکم ہے اور یہی حکم نبی پاک ﷺ نے بھی متعدد جہت پر فرمایا مثلاً:

"مَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ"۔ (مشکوۃ المصابیح)

جو شخص میری طریقے سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں۔

پس جاننا چاہیئے کہ شریعت نے خدا اور رسول ﷺ کے حکم کے بعد کسی کو کسی قسم کا اختیار نہیں دیا کہ کوئی مانے یا نہ مانے بلکہ نہ ماننے کی صورت میں نافرمانی اور روگردانی ہوگی جو سب سے بڑی گمراہی ہے اور وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے حبیب کے طریقوں سے محبت رکھے اور ان پر چلے وہ بندہ دنیا و آخرت میں سرخرو ہوگا کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل ہی دین کی اساس ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ و ذریعہ ہے اور یہی وسیلہ پکڑ کر تمام اولیاء کرام نے تقرب الی اللہ حاصل کیا اور یہی سب سے پہلے بڑی نشانی ہے کسی شیخ طریقت کے سچے ہونے کی کیوں کہ سنت پر دوام ہی عزیمت ہے اور یہی دوام اتباع سنت ہی اولیاء عظام کا خاصہ رہا ہے اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے یہی زینہ تقرب الی اللہ کا پہلا زینہ قرار فرمایا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد"۔

(مشکوۃ)

جس نے میری امت کے بگاڑ کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھا تو اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فساد امت کے زمانے سے مراد یہ ہے کہ اس زمانے میں فسق و بدعت اور جہل وغیرہ کا غلبہ ہو جائے گا کہ لوگ سنت کو سنت نہ سمجھتے ہوں گے ایسے پُرفتن دور میں سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھنے والے کیلئے یہ ثواب ہے۔

(روضۃ الطالبین)

۔ شیخ کامل کی **دوسری نشانی** یہ ہے کہ وہ دلوں کو اللہ تعالیٰ کی یاد کے ساتھ زندہ کرے گا اور نفوس کو پاک کرے گا اور ان کو اللہ تعالیٰ کے احکامات بلا چوں و چراں

تسلیم کرنے والا بنائے گا۔حدیث مبارکہ کی اشارت:

"وعليكم بمجالسة العلماء وسماع الكلام الحكمة فان الله تعالیٰ يحی القلب الميت بنور الحكمة كما تحی الارض الميت بماء المطر"۔

(الترغیب والترہیب)

تمہارے اوپر علماء کی ہم نشینی اور دانا لوگوں کی باتیں سننا فرض ولازم ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ حکمت کے نور کے ساتھ مردہ دلوں کو زندہ فرماتے ہیں جس طرح بنجر زمین کو بارش کے پانی سے زندہ کرتے ہیں۔

اس حدیث مبارکہ میں علماء اور دانا لوگوں سے مراد یہی صاحبان طریقت اور اولیاء کرام ہیں کیوں کہ انکے اپنے قلوب بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی یاد کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں اور اپنے قریب آنے والوں کے قلوب کو بھی اللہ تعالیٰ کی محبت اور یاد سے جلا دیتے ہیں انہی کی صحبتوں میں بیٹھنے والے لوگ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی محبت وعشق میں عالم جذب ومستی میں چلے جاتے ہیں جو اپنے گریباں چاک کرتے ہیں جن کے قلوب محبوب کی جدائی میں پھٹ جاتے ہیں انہی کے مریدان اور محبین ہوتے ہیں جن کو محبوب کے جلوے ہوتے ہیں کیوں کہ یہ صاحبان اس اہل ہوتے ہیں کہ ان کی محافل میں اللہ تعالیٰ کا وہ خاص فیض اور نور بارش کی طرح برسے جو لوگوں کے قلوب واذہان کو بدل کر رکھ دے اور ان کے نفوس کو پاک کردے غیر اللہ کی رغبت اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے۔

- مرشد کامل کی **تیسری نشانی** حضرت امام ربانی نے یہ فرمائی ہے کہ وہ عالم ربانی ہوگا اور اس شیخ کامل مکمل کی صحبت کبریت احمر یعنی سرخ گندھک کی طرح اکسیر ہوگی مزید فرمایا کہ اس طرح کے شیخ کی نظر دوا اور اس کا کلام شفاء ہے۔
- مرشد کامل کی **چوتھی نشانی** یہ ہے کہ وہ صاحب اجازت وخلافت ہوگا شیخ

کامل کی صحبت کا تربیت یافتہ اور شیخ کامل کی اجازت سے سلسلے میں لوگوں کو تلقین بیعت کرنے والا ہوگا۔

- **پانچویں نشانی** یہ ہوگی کہ اس کا شجرہ طریقت مستند حوالوں سے رسول اللہ ﷺ سے متصل ہو۔

- **چھٹی نشانی** یہ ہے کہ اپنے سلسلے کا سلوک طے کر چکا ہو خود بھی کامل ہو اور دوسروں کو بھی بنا سکتا ہو بقول حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ مرشد کامل و مکمل محمدی المشرب کی یہ طاقت ہوتی ہے کہ وہ ایک ہی توجہ میں مرید کو فناء فی الشیخ اور رسول اللہ ﷺ کی روح مبارکہ بمع ارواح اصحاب محمد ﷺ سے شرف ملاقات بخشتا ہے۔

- پیر کامل مکمل کی **ساتویں نشانی** اس کی آخرت سے رغبت، محبت الٰہی، بغض دنیا ہے اور اس کی توجہ کا اثر دل میں اللہ کا ذکر جاری کردے۔

شیخ کامل اکمل مکمل کی زیارت اللہ تعالیٰ کی یاد دل میں لاتی ہے اور یہی اصل میں سب سے پہلی نشانی ہے جو کہ ایک عام شخص کی سمجھ میں بھی آسانی سے آجاتی ہے یہی نشانی احادیث مبارکہ میں بھی نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمائی ہے:

"عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قیل یارسول اللہ ﷺ ای جلسائنا خیر قال من ذکرکم اللہ رویتہ وزاد فی علمکم منطقہ وذکرکم بالاخیرۃ عملہ"۔

(رواہ ابو یعلی ابو نعیم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سے عرض کیا گیا یارسول اللہ ہمارے بہترین ہم نشین کون ہے فرمایا وہ شخص جس کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

"عن الحسن قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ عبادا اذا رؤا ذکر اللہ"۔

(ابن ابی الدنیاء)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالٰی کے بعض بندے ایسے بھی ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آ جاتا ہے۔

- مرشد کامل **آٹھویں نشانی** یہ بھی ہے کہ اس کی صحبت میں آنے والے اکثر وہ وہ نہیں رہتے اور جو اس مرشد کامل سے منسوب (مرید) ہوں ان کی حالت شریعت کے مطابق ہوتی چلی جاتی ہے۔ بدعات ومنکرات سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں بلکہ اس مرشد کامل کی توجہ مبارک کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کے مریدوں سے جڑنے والے بھی وہ نہیں رہتے جو اس صحبت مبارکہ میں آنے سے پہلے ہوتے ہیں وہ سنتوں کو زندہ کرنے والے بن جاتے ہیں اور احیاء شریعت واتباع سنت کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنے والے بن جاتے ہیں۔
- مرشد کامل کی **نویں نشانی** یہ ہے کہ بقول امام ربانی احوال ومقامات کا تفصیلی علم اور علم بہ ضرورت اور معرفت مشاہدات وتجلیات کا حقیقت شناس ہوتا کہ شیطانی استدراج مکر ودجل اور شیطانی جالوں سے بچ سکتا ہو اشارات رحمانی وشیطانی کا شناختہ ہو۔
- **دسویں نشانی** یہ ہوگی کہ وہ حسب ضرورت شریعت کا علم جانتا ہو جن احکامات شرعیہ پر مامور ہو ان کا علم شرعیہ بھی جانتا ہو خواہ کسی عالم سے پڑھ کے جانتا ہو یا صحبت علمائے محققین سے حاصل کیا ہو۔

جس میں یہ علامات موجود ہوں اس کی صحبت کو اپنے لئے اکسیر اعظم سمجھے، وہ شخص

اس قابل ہے کہ اس کو شیخ بنایا جائے اور اس کی زیارت و دست و پابوسی کی جائے اس کی خدمت کو اپنے لئے سعادت سمجھے۔

ان کمالات و علامات کے بعد پھر شیخ کامل مکمل میں کشف و کرامات تصرف و خوارق وغیرہ ہر گز نہ دیکھے کہ ان کا ہونا شیخ کامل کے لئے ضروری نہیں۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خوارق کا کثرت سے ظہور افضلیت پر دلالت نہیں کرتا البتہ ہاں فضیلت کے لئے قرب الٰہی کے درجات کا اعتبار ہے ممکن ہے کہ کسی ولی اقرب سے بہت کم خوارق ظاہر ہوئے ہوں اور ولی البعد سے بکثرت ظاہر ہوئے ہوں۔

(دفتر اول مکتوبات امام ربانی ص ۳۲۳)

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس شخص کو مذکورہ بالا مراتب و کمالات و علامات حاصل ہیں وہ کامل و مکمل ہے ورنہ مرشد خام ہے اور ایسے شخص سے تلقین بیعت حاصل کرنا مطلق حرام ہے اگر باطن میں اشتغال الٰہی اور قرب و وصال الٰہی کی نعمتوں کی لذت نہ ہو تو سب سالک گمراہ ہوتے ہیں اور معرفت الٰہی کی منزل تک نہیں پہنچ سکتے اور جو شخص اس راہ راست سے واقف ہے اسے حضوری قرب الٰہی یا توفیق الٰہی سے حاصل ہے اور یا اس راستے کا رفیق یا توفیق ہے یہ مراتب ان اشخاص کے ہیں جن کا باطن صاف ہے۔

(امیر الکونین)

باب نمبر ۸:

پیر ناقص کا بیان

اب تک ہم نے پیر کامل اکمل مکمل کی علامات اور اس کی پہچان کے بارے میں بیان کیا تا کہ طالبان حق کو پیر کامل ڈھونڈنے اور ملنے پر اس کی پہچان میں دشواری نہ آئے ضروری ہے کہ ہم یہاں پر تھوڑا سا بیان پیر ناقص کا بھی کریں تا کہ طالبان راہ حق ان گمراہوں سے بچ سکیں اور احوال ومواجید کی درستگی حاصل ہو سکے۔

شیخ ناقص وہ ہوتا ہے جس نے سلوک کی منازل طے نہ کی ہوں سنت اور شریعت کا متبع نہ ہو محض نام ونمود، حب جاہ وشہرت کے لئے اپنے آپ کو شیخ مشہور کیا ہو جبکہ حال یہ ہو کہ معرفت الٰہی کی راہ کی خوشبو بھی نہ سونگھی ہو۔ یا وہ شخص جس نے راہ سلوک اختیار تو کی ہو مگر کسی مقام پر پہنچ کر شیخ کے دربار سے راندہ درگاہ ہوا ہو وہ لاکھ اپنے تئیں خود کو شیخ ثابت کرتا رہے وہ ہوتا ناقص ہی ہے۔

شیخ ناقص کی مثال نیم حکیم کی سی ہوتی ہے جس کی حکمت سے استفادہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے اس کی محبت زہر قاتل ہے اور اس سے طریقہ اخذ کرنا اپنی استعداد وصلاحیت کو ضائع کرنا اور دراصل وہ وصل الی اللہ کی راہ میں رکاوٹ ہوتا ہے ایسے شخص کی صحبت اور بیعت سے دور رہنا چاہیئے کیوں کہ وہ خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔

(البینات شرح مکتوبات ص۳ ص ۳۳)

حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل دانش کا قول ہے کہ مرشد ناقص کی بیعت باعث خسارہ ہے جو کہ طالب الٰہی کو معرفت خداوندی کی جانب کما حقہ نہ پہنچائے بلکہ

ایسا شخص شیطان ہے چوں کہ مرشد کامل مقام صبر اور معرفت خداوندی سے ایک لمحہ میں مرید کو ایک نگاہ کیمیا سے اکسیر بناتا ہے اور یہ شاذ ہے کیوں کہ ذاکر ہونا آسان کام نہیں ہے۔
(محک الفقراء ص ۴۳)

اسی طرح حضرت سیدنا عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے بوقت نزع اپنی صاحبزادے سے فرمایا:

"خلاف السنة یا بنی فی الظاهر علامة الریاء فی الباطن"۔
(ذکر عثمان بن سعید، اسمعیل کتاب الحیرۃ)

یعنی اے میرے بیٹے ظاہر میں سنت کی خلاف ورزی باطن میں ریاء کی علامت ہے۔

یعنی جو شخص ظاہر میں خلاف سنت ہو وہ باطن میں کہاں واصل الی اللہ ہوسکتا ہے؟ کہ باطن کی درستگی ظاہر کی درستگی سے وراء الوراء ہے اور مشکل بھی۔

حضرت سیدنا ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"من رایته یدعی مع الله حالة تخرجه عن حد العلم الشرعی فلا تقربن منه"۔

یعنی جب تم کسی شخص کو ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا دعویٰ کرتے دیکھو کہ جو اسے علم شریعت کی حد سے باہر کر رہی ہو تو ہر گز اس کے قریب نہ جانا۔

پس معلوم ہوا کہ دعویٰ اور ظاہر دونوں کو پیش نظر رکھنا چاہئے چنانچہ اگر کوئی شخص شریعت کی مخالفت کے ساتھ دعویٰ قرب خداوندی کرے تو وہ سچا اور لائق تقلید نہیں بلکہ ابلیس کا پیروکار ہے ایسے شخص کی راہزنی سے محفوظ رہنے کا واحد ذریعہ اس سے دوری اختیار کرنی ہے۔
(راہزن یا راہنما ص ۳۸)

حضرت ابوعلی رودباری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا ایک شخص مزامیر (یعنی آلات موسیقی) سنتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میرے لئے حلال ہے اس لئے کہ میں ایسے درجے تک پہنچ گیا ہوں کہ احوال کے اختلاف کا مجھ پر کچھ اثر نہیں ہوتا آپ نے جواباً فرمایا:

"نعم قد وصل لکن الی سقر"۔

یعنی ہاں تو پہنچا تو ضرور ہے لیکن جہنم تک۔

چاہے انسان کتنے ہی اعلی مرتبے پر فائز کیوں نہ ہوجائے تو شریعت کی پابندیوں سے آزاد نہیں ہوسکتا اسے اللہ عزوجل کے احکامات اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنی ہی ہوگی اگر مقام ومرتبے کا حصول دینی پابندیوں سے آزادی کی اجازت قرار پاتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی عمل سے دور نظر آتے لیکن کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کا بھی ایسا عمل بطور نمونہ پیش نہیں کیا جاسکتا کہ جسے موجودہ زمانے کا جاہل صوفی اپنے لئے دلیل کے طور پر پیش کرسکے چنانچہ جو طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑے گا تو شائد اسے دنیا میں جھوٹی عزت حاصل ہو بھی جائے لیکن توبہ نہ کرنے کی صورت میں اور رب تعالٰی کی ناراضگی کیوجہ سے اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہوگا۔

کچھ ناقصین کی مضحکہ خیز بات:

اس زمانے کے کچھ ناقص پیر اپنے آپ کو عاشق کہلاتے ہیں اور علمائے محققین کو عالم کہتے ہیں جبکہ یہ ایک انتہائی لغو اور فضول محض بات ہے کہ ہمارے لئے دلیل ہمارے اسلاف ہیں کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ کوئی عاشق ہے؟ لیکن انہوں نے طلب علم کیلئے پوری پوری زندگیاں وقف کردیں کھٹن حالات برداشت کیئے لیکن دین کا علم حاصل کیا انہوں نے تو کبھی نہ فرمایا کہ ہم تو عاشق ہیں (کہ جن

کی عشق کی گواہی اور ثبوت کلام اللہ سے بھی ملتی ہے کہ اللہ پاک نے انہی عاشقوں کے حق میں فرمایا "رضی الله عنه ورضواعنه" یعنی اللہ ان پہ راضی ہوا اور یہ اللہ پہ راضی ہوئے) نہ کبھی کسی نے ائمہ کرام علیہم اور مجتہدین عظام علیہم میں سے یہ دعوی باطل کیا کہ ہم تو عاشق ہیں ہمیں علم شریعت اور حد شریعت سے کیا لینا دینا؟ نہیں بلکہ انہوں نے ظاہری شریعت کا علم حاصل کر کے باطنی علوم حاصل کئے اور انہی دونوں علوم کا امتزاج ہی ان بزرگان کی ممتازیت اور کامیابی کا راز تھا۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ان کے ایک عقیدت مند نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھے دعا دی کہ:

"جعلك الله صاحب حديث صوفيا ولاجعلك صوفياء صاحب غير حديث"۔

(احیاء العلوم الدین)

یعنی اللہ تعالیٰ تجھے حدیث دان کر کے صوفی بنائے حدیث دان ہونے سے پہلے صوفی نہ بنائے۔

اسی طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول مبارک ہے:

"من تفقه ولم يتصوفه فقد تفسقه ومن تصوفه ولم يتفقه فقد تذندقه ومن جمع بينهما فقد تحقق"۔

یعنی جس نے فقہ کا علم حاصل کیا لیکن علم باطن حاصل نہ کیا تو وہ فاسق ہوا اور جس نے باطن کا علم حاصل کیا لیکن علم شریعت (فقہ) حاصل نہ کیا وہ زندیق ہوا اور جس نے دونوں کو جمع کیا اس نے حق کو پالیا۔

حضرت عارف باللہ مولوی عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ حدیقۃ الندیہ میں بے علم جاہل صوفی کی زجر وتوبیخ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لانہ مذکورۃ وسوسۃ شیطانیۃ وزخرفۃ نفسایۃ حیث خالق الظاھر"۔

(الحدیقۃ الندیہ)

یعنی اس لئے کہ جب اس نے ظاہر کی مخالفت کی تو وہ شیطانی وسوسہ اور نفس کی بناوٹ ہے۔

معلوم ہوا کہ ظاہر کو خلاف شرع امور سے مزین کر کے باطن کے پاک وصاف ہونے کا دعوی حق نہیں بلکہ نفس وشیطان کے دھوکے میں گرفتاری کی علامت ہے۔

مرشد ناقص کے طالب مخلوق کی نظر میں مقبول ہیں لیکن خالق کی نظر میں مردود کیوں کہ مرشد ناقص وصول الی اللہ کا ذریعہ نہیں بلکہ وہ تو اس رابطہ کا منقطع کرنے والا اور مرید کو اپنی ذات کی جانب کھینچنے والا ہوتا ہے کامل مرشد کے مرید نارسیدہ ناقص پیر سے ہزار ہا درجہ بہتر وافضل ہیں کہ روز محشر بحکم خداوندی اپنے نارسیدہ طالبین کو مقبولین میں جمع کر کے بارگاہ نبوی ﷺ میں پہنچادے گا جس پیر کی استعداد یہ نہ ہو تو اس کے لئے تلقین بیعت کرنا حرام ہے کہ روز محشر ناقص پیر شرمندہ اور روسیاہ ہوگا طالب حق کے لئے بھی ضروری ہے کہ کامل مرشد کے دست حق پر بیعت ہو اور ناقص پیر کے پاس نہ بیٹھے بلکہ اس سے دور بھاگے جیسے تیر کمان سے بھاگتا ہے اور اگر طالب نے مرشد ناقص سے تلقین حاصل کی تو اسے چھوڑ دے اور کامل مرشد کے دست مبارک پر بیعت ہو۔

حضرت غوث محمد جان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے دوستوں اس زمانے میں کچھ ایسے جاہل صوفی بھی ہیں کہ جو اپنے آپ کو شیخ زادہ اور سید زادہ کہلاتے ہیں بلکہ اپنے آپ کو

کاملین میں شمار کرتے ہیں دنیا جمع کرنے کیلئے اور شہرت پانے کی خاطر دم درود کا کام کرتے ہیں کہ دربار و خانقاہ کا نظام امیروں کی بدولت چلتا ہے اس لئے امیروں کو ہی بیعت کرتے ہیں اور لوگوں کو اپنے دام فریب میں گرفتار کرتے ہیں تو ایسی پیران کی مطابقت کرنا حرام ہے یا وہ ناقصین جو صرف گدی نشین ہوتے ہیں اور مرید کو کمال تک پہنچا نہیں سکتے مردہ دلوں کو احیاء نہیں دے سکتے پھر تو اگر وہ گدی نشین ہو یا سید بھی ہو رہتا ناقص ہی ہے ایسے اصحاب سے گریز کرنا چاہیئے جب کہ بعض اوقات کچھ پیروں سے (وہ پیر جن کی نسبت کسی صاحب دل سے ہوتی ہے) ان کے مرشد ناراض ہوتے ہیں اور وہ حالت استدراج میں ہوتے ہیں اس طرح کے پیروں کے مریدوں میں بھی کوئی کامیابی نہیں آتی۔

حاصل کلام یہ کہ جھوٹے دعویدار ولایت سے بچ کے رہنا چاہیئے کیونکہ ناقص پیر کامل مرید کی استعداد باطن کو اوپر سے نیچے لے آتا ہے بلکہ بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ مرید کی استعداد کو سو (۱۰۰) درجے کم کرتا ہے۔

(حجۃ السالکین ۴۰۱)

باب نمبر۹:

تعددِ شیخ

کیا دوسرے پیر کی بیعت جائزہ ہے؟

عموماً ذہن میں سوال ابھرتا ہے کہ کیا ایک پیر کے ہوتے ہوئے دوسرے پیر کی بیعت جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی کسی ایسے پیر سے بیعت ہے جن سے مرید کو فائدہ نہیں پہنچتا اور مرید (جو کہ طالب حق ہے) کو وصال حق نہیں ملتا تو عموماً اس پیر کو چھوڑ کر دوسرے پیر (جو صاحب کمالات ہو اور مرید کو کما حقہ فائدہ دینے والا ہو) سے بیعت کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہے یا پھر ایسے امر کو بالکل ہی ناروا سمجھتا ہے ایسا دو صورتوں پر مبنی ہوتا ہے یا تو وہ مرید ناواقف اور لاعلم ہوتا ہے (تعدد پیر کے مسائل سے) یا اس کا نفس اور شیطان اسے دھوکے اور فریب میں رکھ کر اسے لاحاصل جدوجہد میں لگا دیتا ہے۔

ہم اس اصل کو طالبان حق کے لئے بزرگان دین، مشائخ عظام اور علمائے حقہ کے اقوال کی روشنی میں مختصراً مگر جامع طور پر بیان کریں گے۔

اس بارے میں نقشبندی مجددی سلسلے کے سُرخیل حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی الشیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات شریف میں جو نقل فرمایا ہے وہ طالبان راہ حق کی راہنمائی کے لئے نقل کرتا ہوں:

فرماتے ہیں اس طریق میں پیری و مریدی طریقہ کے سیکھنے سکھانے میں مروج ہے حتیٰ کہ ان کے متاخرین نے پیری مریدی کو کلاہ و شجرہ پر منحصر کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ پیر کا تعدد ناجائز رکھتے اور طریقہ سکھانے والے کو مرشد کہتے ہیں پیر نہیں جانتے اور آداب پیری کو اس کے حق میں ملحوظ نہیں رکھتے۔

یہ ان کی کمال جہالت اور نادانی کی وجہ سے ہے یہ نہیں جانتے کہ ان کے مشائخ نے پیر تعلیم اور پیر صحبت کو بھی پیر کہا ہے اور پیر کا تعدد جائز فرمایا ہے بلکہ پیر اول کی زندگی کے دوران میں ہی اگر ایک طالب اپنی بھلائی کسی اور جگہ دیکھے تو اس کو جائز ہے کہ پہلے پیر کا انکار کیے بغیر دوسرے پیر کو اختیار کرے۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کے جائز ہونے سے علماء بخارا سے اس کا فتوی درست فرمایا تھا ہاں اگر ایک پیر سے خرقہ ارادت لیا ہو تو دوسرے پیر سے خرقہ ارادت نہ لے اور اگر لے تو تبرک کا خرقہ لے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا پیر ہرگز نہ پکڑے بلکہ جائز ہے کہ خرقہ ارادت ایک سے اور طریقت کی تعلیم دوسرے سے اور صحبت تیسری کے ساتھ رکھے اور اگر یہ تینوں دولتیں میسر ایک پیر سے آجائیں تو بڑی نعمت ہے اور جائز ہے کہ مشائخ متعددہ کی تعلیم وصحبت سے استفادہ کرلے کہ پیر وہی ہے جو مرید کو حق سبحانہ کی طرف سے راہنمائی کرے یہ بات تعلیم طریقت میں زیادہ ملحوظ اور واضح ہے کیوں کہ پیر تعلیم کے آداب کی زیادہ رعایت کرنی چاہیئے۔

(مکتوب نمبر ۲۲۱، جلد اول، حصہ چہارم دفتر اول)

ایک اور مکتوب شریف میں آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مرید کے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کیا پیر کے زندہ اور موجود ہونے کے باوجود اگر کوئی شخص دوسرے پیر کے پاس جائے اور طلب حق کرلے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواباً فرماتے ہیں کہ مقصود حق تعالیٰ ہے نہ کہ (پیری مریدی) اور پیر حق تعالیٰ کی جناب تک پہنچنے کا وسیلہ ہے اگر کوئی طالب اپنی بھلائی دوسرے شیخ کے پاس دیکھے اور اپنے دل کو اس کی صحبت میں حق تعالیٰ کے ساتھ جمع پائے تو جائز ہے کہ پیر کی زندگی میں پیر کے اذن (اجازت) کے بغیر طالب اس شیخ کے پاس جائے اور اس سے رشد وہدایت کو طلب کرے لیکن چاہیئے کہ پیر اول کا انکار نہ کرے اور اسے نیکی کے ساتھ ہی یاد کرے۔

بالخصوص اس وقت کی پیری مریدی جو محض رسم وعادت سے بڑھ کر نہیں اور اس وقت کے اکثر پیروں کو اپنی خبر نہیں ایمان اور کفر کی تمیز نہیں کر سکتے تو پھر خدا تعالیٰ کی کیا خبر رکھتے ہوں گے اور مریدوں کو کونسا راستہ دکھائیں گی؟

آگاہ از خویشتن چون نیست جنین
خبردار از جناں وچنین

یعنی جو بچہ ماں کے پیٹ کے اندر ہوتا جب اپنے آپ سے آگاہ نہیں تو ادھر ادھر کی اسے کیا خبر۔

ایسے مرید پر افسوس ہے کہ جو اپنے پیر پر اعتماد کر کے بیٹھا رہے اور دوسرے پیر کی جانب رجوع نہ کرے اور خدا تعالیٰ کا راستہ تلاش نہ کرے یہ شیطانی خطرات ہیں جو پیر ناقص کی زندگی کے باعث طالب کو حق تعالیٰ سے ہٹائے رکھتے ہیں، جہاں جمعیت دل اور ہدایت حاصل ہو بلاتوقف ادھر رجوع کرنا چاہئے اور شیطانی وسوسوں سے پناہ مانگنی چاہئے۔
(مکتوب نمبر ۶۳ جلد دوم)

مندرجہ بالا عبارتوں میں حضرت امام ربانی قندیل نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے چھ بار تعدد پیر کے جواز کا قول فرمایا ہے اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ پیر اول کو صرف نیکی سے یاد کرے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول متشرع اور غیر مبتدع کے ساتھ خاص ہے اور اگر پیر اول مبتدع (یعنی بدعتی) ہو تو اس کو نیکی کے ساتھ یاد کرنا نہیں بلکہ اس کی مذمت کرنا واجب ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر کوئی ایک عرصے تک حسن اعتقاد کے ساتھ شیخ کی خدمت میں رہے اور اس کی صحبت میں کوئی تاثیر نہ پائے تو اس شیخ کو ترک کر کے دوسرے شیخ کی تلاش اس پر واجب ہے ورنہ اس کا مقصود و معبود شیخ ٹھہرے گا نہ کہ

خدا تعالیٰ اور یہ شرک ہے۔

(ارشاد الطالبین ص ۴۴،۲۵)

اسی طرح امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مرید پر واجب وضروری ہے کہ جب اس کا شیخ وفات پا جائے تو دوسرے شیخ کی بیعت کرے جو پہلے شیخ سے بڑھ کر تربیت کرنے والا ہو کیوں کہ اس راستے میں کسی حد تربیت یا مقام پر قرار نہیں۔

(انوار قدسیہ)

ایک سوال اور اس کا جواب:

ایک شخص کسی شیخ سے بیعت ہوا پھر اس نے کوئی دوسرا شیخ دیکھا جو اس کے حق میں پہلے سے زیادہ اصلاح کرنے والا ہو تو کیا اس کی طرف اکتساب طریقہ کے لئے رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:

جب اپنی بھلائی وہ طالب دوسرے شیخ کے پاس دیکھے تو اس کی طرف رجوع کرنا جائز ہے کیوں کہ مقصود اللہ تعالیٰ ہے مرشد بندے اور رب کے درمیان بمنزلہ برزخ کے ہے لیکن پہلے شیخ کی عیب جوئی نہ کرے اگر شیخ میں احکام شرعیہ کے بجالانے میں فتور دیکھے تو ایسے شیخ کو ترک کرنا اور اس کی صحبت سے دور رہنا واجب ہے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک شیخ کو دوسرے شیخ سے اپنے حق میں زیادہ نصیحت کرنے والا پائے تو اس پر اور اس کے مریدین پر واجب ولازم ہے کہ اس شیخ کی خدمت کو لازم پکڑیں کیوں کہ اس کی اور اس کی مریدین کی بھلائی اسی میں ہے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ منصف نہیں نہ ہی اپنی نفس کو نصیحت کرنے والا اور نہ ہی صاحب ہمت ہے بلکہ وہ بے ہمت نکما اور جاہ وریاست اور برتری کا طالب ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں یہ ایک بڑی

رکاوٹ ہے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص عزت و مال یا حکومت حاصل کرنے کے لئے ولایت وارشاد کا جھوٹا دعوی کرے وہ مسیلمہ کذاب کی طرح شیطان کا خلیفہ ہے۔

(ارشادالطالبین)

خلاف شرع اور ناقص پیروں کی عیب جوئی میں کوئی حرج نہیں بلکہ مسلمانوں کو ان کے فریب سے بچانے کی لئے ضروری ہے کہ ان کے نقص کو واضح کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ناقص پیروں اور ان کی صحبت کے ضرر سے محفوظ رکھے۔ اور کامل، اکمل اور مکمل پیروں کی سنگت اور غلامی عطا فرما کر ان کی ساتھ وفا والا بنائے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ"۔

اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ (آمین)

کامل، اکمل اور مکمل شیخ سے اعراض ہلاکت ہے کیوں کہ ایسے شیخ کی نظر کیمیا، صحبت شفا اور کلام امراض باطنی کے لئے اکسیر ہے اور اس سے اعراض کرنا ہلاکت ابدی کا سبب ہے۔

باب نمبر ۱۰:

بیعت کا بیان

بیعت اصل میں کسی بات کے اوپر وعدہ اور عہد ہوتا ہے جس میں بیعت لینے والا بیعت دینے والے کے ہاتھ پر کسی امر کے کرنے یا نہ کرنے کا اقرار کر کے عہد کرتا ہے۔

بیعت کا اثبات اور بیعت کے دلائل قرآن وحدیث اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم سے متعدد جگہ پر ثابت ہیں یہاں ہم طالبان حق کی راہنمائی کے لئے قرآن، حدیث اور اقوال ائمہ بالترتیب پیش کریں گے تا کہ حق واضح ہو جائے اور منکرین حق کا بطلان لازم آئے۔

اثبات بیعت آیات قرآن کی روشنی میں:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ"۔

(سورۃ الفتح آیت ۱۰)

بے شک جو لوگ آپ ﷺ کی بیعت کرتے ہیں در حقیقت وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔

یہ بیعت بظاہر اگر چہ رسول اللہ ﷺ کے دست حق پر ہو رہی تھی لیکن در حقیقت یہ بیعت اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھی اگر چہ بظاہر رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ تھا لیکن در حقیقت یہ دست خدا تھا جس طرح حضور ﷺ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کہا گیا ہے اسی طرح حضور ﷺ سے بیعت اللہ سے بیعت فرمائی گئی۔

(ضیاء القرآن)

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اہل حقیقت فرماتے ہیں کہ یہ آیت بعینہ اس فرمان خداوندی کی طرح ہے جو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے نبی کریم ﷺ اپنی ذات وصفات سے فناء ہو کر بقاء باللہ کے مقام پر فائز تھے اس لئے جو فعل حضور ﷺ سے صادر ہوتا ہے درحقیقت اللہ تعالیٰ سے صادر ہوتا تھا (یعنی اس فعل میں منشاء اور مرضی ان کی اپنی ذات یا اپنے نفس کی تسکین کی نہیں ہوتی تھی بلکہ مقصود رب کی رضا اور اس کے حکم کی فرمانبرداری ہوتی تھی) آج کل جو ہم کر رہے ہیں درحقیقت یہ اسی حکم کی اتباع ہے علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے بیعت کی سنت اور مشائخ عظام سے اکتساب فیض ثابت ہوتا ہے۔

"لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ"۔
(سورۃ الفتح آیت ۱۸)

یقیناً راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان مؤمنوں سے جب وہ بیعت کر رہے تھے آپ ﷺ سے۔

آیت مبارکہ میں حضور ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنا کوئی معمولی بات نہیں یہ بیعت درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیعت کرنا ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا ہاتھ حقیقت میں اللہ ہی کا ہاتھ ہے۔

یہاں پر "یبایعون" میں مضارع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے یعنی کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا اور رضا اور خوشنودی کی دولت سرمدی سے ان کو مالا مال کر دیا اور صیغہ مضارع استعمال کرنے میں لطف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی یہ ادا اتنی پسند اور محبوب ہے کہ اسے

ماضی کے حوالے نہیں کیا جا سکتا اور بیعت کا وہ ایمان افروز منظر اب بھی نگاہوں میں ہے کہ آپ ﷺ جلوہ افروز ہیں اور آپ ﷺ جان نثار ذوق و شوق سے دوڑے چلے آ رہے ہیں اور بیعت کر رہے ہیں یہ سہانا منظر اور اس کی ایمان پرور یاد ہمیشہ حال ہی رہے گی ماضی کی داستان نہ بنے گی۔

(ضیاء القرآن)

اسی طرح جب مرید اپنے شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دیتا ہے تو وہ بھی اپنے شیخ کامل کے وسیلے سے اپنے رب سے کیساتھ یہ بیعت اور وعدہ کرتا ہے کہ اے مجھے نیست سے ہست کرنے والے اے مجھے اپنے گونا گوں انعامات و احسانات سے سرفراز فرمانے والے، اے میرے نہاں خانہ دل میں شمع ایمان کو نور عشق سے فروزاں کرنے والے تیرا یہ بندہ وعدہ کرتا ہے کہ تیری رضا میری حاصل زیست ہے اور حصول پر مرمٹنا میری معراج ہے تیرے محبوب کی اتباع میرے لئے سرمایہ جاودانی۔

"يَآيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ"۔

(الممتحنہ آیت ۱۲)

اے نبی ﷺ جب حاضر ہوں آپ ﷺ کی خدمت میں مؤمن عورتیں تا کہ آپ ﷺ سے اس بات پر بیعت کریں۔

جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اور دھڑا دھڑ لوگ حضور نبی کریم ﷺ کی بیعت کر کے مشرف بہ اسلام ہونے لگے تو مکہ کی عورتیں بھی بیعت کے لئے حاضر ہوئیں حضور ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو عورتوں سے بیعت لینے پر مقرر فرمایا اور جن باتوں کا اس آیت مبارکہ میں ذکر ہے (سباق آیت ملاحظہ فرمائیں) ان پر عمل کرنے کا ان سے پختہ وعدہ لیا۔ حضور ﷺ نے عورتوں سے کئی بار بیعت لی لیکن کسی عورت کے ساتھ بیعت لیتے وقت مصافحہ نہ فرمایا کبھی تو زبانی ان امور کی پابندی کا وعدہ لیا اور کبھی پانی کے پیالے میں اپنا دست مبارک رکھ کر

بیعت کرنے والی خواتین کو اپنا ہاتھ رکھنے کا حکم فرمایا کبھی کپڑا ہاتھ مبارک میں لے کر عورتوں سے بیعت لیتے رہے۔

(ضیاء القرآن)

احادیث طیبہ میں بیعت کا اثبات:

"عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال کنا نبایع النبی ﷺ علی السمع والطاعة ویلقنا فیما استطعتم"۔

(ابوداؤد نمبر ۲۹۴۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت کیا کرتے تھے سننے اور حکم ماننے پر اور آپ ﷺ ہمیں تلقین فرماتے کہ جہاں تک کہ تم میں طاقت ہو۔

چوں کہ آج ہمیں نبی پاک ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ اور وہ صحبت مبارکہ میسر نہیں لیکن یہاں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کے ہاتھ پر بیعت کرنا سنت ہے جو اللہ تعالیٰ کے قرب والے ہوتے ہیں اور وہ لوگ جو پہچان اور معرفت ذات خداوندی والے ہوں ایسے حضرات کی باتیں غور سے سننا اور حسب استطاعت ان پر عمل کرنا ذریعہ نجات ہے اور ایسے حضرات کا وجود اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر احسان ہوتا ہے ایسے لوگوں سے وابستہ رہنا سعادت مندی اور نجات اخروی کی ضمانت ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے یہ صاحبان خود اللہ تعالیٰ کے راہ پر چلتے اور دوسروں کو چلانے میں کوشاں رہتے ہیں۔

"عن عائشة رضی اللہ عنہا اخبرته عن بیعة رسول اللہ ﷺ قالت ما مس النبی ﷺ بیده امراة قط الا ان یاخذ علیها فاذا اخذ علیها فاعطة قال انهبی فقد بایعتك"۔ (ابودائود)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کے عورتوں کو بیعت کرنے کی خبر دیتے ہوئے کہ نبی کریم ﷺ نے ہرگز کسی عورت کو کبھی ہاتھ نہیں لگایا۔ اس سے زبانی عہد لیتے اور جب وہ کر لیتی تو فرماتے جاؤ میں نے تمہیں بیعت کیا۔

بعض ناواقف یا بے خبر شیوخ عورتوں سے دست بدست بیعت لیتے ہیں یہ عمل بالکل ناجائز اور ناروا ہے بلاضرورت اجنبی اور غیر محرم عورت کے بدن پر ہاتھ لگانا گناہ ہے اس حدیث مبارکہ میں اس عمل کا ابطال اور رد ہے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کون مربی اور عفیف ہوگا۔ کہ جب آپ ﷺ نے اس سلسلے میں اتنی احتیاط فرمائی تو دوسرے کسی پیر کو باپ یا فرشتہ سمجھ کر ایسی بے تکلفی و بے پردگی کو کیوں کر گوارا کیا جا سکتا ہے؟ حقیقت بیعت کی محض معاہدہ ہے سو زبانی کافی ہے۔

مشائخ متاخرین نے تقویت اتصال اور تسکین قلوب عوام کیلئے کپڑے کا ایک گوشہ خود لینا اور دوسرا گوشہ مرید کو دینا معمول کر لیا ہے اس کا مضائقہ بھی نہیں بلکہ اگر مرد کے لئے بھی بہ ضرورت یا بلاضرورت زبانی بیعت پر اکتفاء کیا جائے تو مضائقہ نہیں لیکن چوں کہ ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت لینا مسنون ہیئت ہے اور مرد میں اس سے کوئی امر مانع بھی نہیں لہذا معنی اور صورت کا جمع کرنا اولیٰ ہے۔

(التکشف ۴۴۶)

”عن عوف بن مالك الاشجعي رضی اللہ عنہ قال كنا عند النبي ﷺ تسعة او ثمانية او سبعة فقال الا تبايعون رسول الله ﷺ مبسطنا ايدينا وقلنا على ما نبايعك يارسول الله ﷺ قال على ان تعبدوا الله ولا تشركوا بالهتنا شيئا وتصلوا الصلوة الخمس وتسمعوا او تطيعوا والسر كلمة خفية قال ولاتسئلوا

الناس شیئا قال قد رایت بعض اولئك النفر یسقط سوط احدهم فما یسال احدا ینا وله ایاه"۔

(رواہ مسلم وابوداؤد ونسائی)

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر تھے نو آدمی تھے یا آٹھ یا سات۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت نہیں کرتے؟ ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کی کہ کس اوپر؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان امور پر کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور پانچوں نمازیں پڑھو اور (احکام) سنو اور مانوں اور ایک بات آہستہ فرمائی وہ یہ کہ لوگوں سے کوئی چیز مت مانگو راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان حضرات میں سے بعض کی یہ حالت دیکھی ہے کہ اتفاقاً چابک گر پڑا تو وہ بھی کسی سے نہیں مانگا کہ اٹھا کر ان کو دیدے۔

حضرات صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم میں جو معمول ہے جس کا حاصل معاہدہ ہے التزام احکام واہتمام اعمال ظاہری وباطنی کا جس کو ان کے عرف میں بیعت طریقت کہتے ہیں بعض اہل ظواہر اس بناء پر بدعت کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں صرف کافروں کو بیعت اسلام اور مسلمانوں کو بیعت جہاد کرنا معمول تھا مگر اس حدیث میں اس کا صریح اثبات موجود ہے کہ مخاطبین چوں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اس لئے بیعت اسلام یقیناً نہیں کہ تحصیل حاصل لازم آتا ہے بیعت سے ظاہر ہے کہ بیعت جہاد بھی نہیں بلکہ بدلالت الفاظ معلوم ہے التزام واہتمام اعمال کے لئے ہے پس مقصود ثابت ہوگیا۔

"عن عبادۃ ابن الصامت رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وحوله عصابة من اصحابه بایعونی علی ان لا تشرکوا بالله شیئا ولا

تزنوا ولاتقتلوا اولادکم ولاتاتو ببھتان تفترونه بین ایدیکم وارجلکم ولاتعصوا فی معروف فمن وقی منکم فاجره علی الله ومن اصاب من ذالك شیئا فعوقب فی دنیا فھو کفارة له ومن آصاب من ذالك شیئا ثم ستر الله فھو الی الله ان شاء عفا عنه وان شاء عاقبة فبایعناہ علی ذالك"۔

(رواہ مسلم والبخاری)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آپ ﷺ کے اردگرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت موجود تھی کہ مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گے چوری نہیں کرو گے زنا نہیں کرو گے اپنی اولادوں کو قتل نہی کرو گے اپنے پاس سے کسی فرد پر بہتان نہیں باندھو گے اور نیک کاموں میں نافرمانی نہیں کرو گے تم میں سے جس نے وعدہ وفا کیا اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جو ان چیزوں میں سے کسی چیز کا مرتکب ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی تو وہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اگر چاہے اس سے درگزر فرمائے اور اگر چاہے اسے سزادے ہم نے آپ ﷺ سے اس بات پر بیعت کی۔

بیعت کے بارے میں اقوال علماء:

چوں کہ ہم بیعت کے اثبات میں قرآن وحدیث سے چند ایک دلائل بطور نمونہ طالبین کے لئے لکھ چکے ضروری ہے کہ اس بارے میں علماء محققین کے اقوال میں سے بھی کچھ پیش کیا جائے گا تا کہ عوام الناس کے سامنے حضرات علم کی رائے بھی آسکے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ قول جمیل میں فرماتے ہیں:

"فاعلم ان البیعة سنة ولیس بواجبة الناس بایعون نبی ﷺ وتقربوا بھا الی اللہ تعالیٰ"۔

یعنی جاننا چاہئے کہ بیعت کرنا سنت ہے واجب نہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کی بیعت کرتے تھے اوران (کے ذریعے) اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے تھے۔

شاہ صاحب کے اس بیان سے دو امور ثابت ہوئے ہیں کہ اول یہ کہ بیعت سنت ہے بدعت نہیں دوم بیعت تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی غوث صمدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے راہ آخرت کے مسافر تو ہر وقت رہبر کے ساتھ رہ یہاں تک کہ وہ تجھ کو پڑاؤ پر پہنچا دے، راستہ بھر اس کا خادم بنا رہ اس کے ساتھ حسن آداب کا برتاؤ رکھے اور اس کی راہ سی باہرمت ہو کہ وہ تجھے واقف کار بنا دے گا اور خدا کے قریب پہنچا دے گا کہ وہ تیری صداقت وشرافت دیکھ لینے کی وجہ سے تجھ کو راستے میں نیابت عطا کرے گا یعنی تجھ کو قافلے میں سردار اور اہل قافلہ کا سلطان بنا دے گا۔

(الفتح ربانی)

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

باب نمبر ۱۱:

رابطہ شیخ

سب سے اہم اور ضروری: راہ سلوک وطریقت میں رابطہ ہے اس سے مراد ہے کہ شیخ کامل مکمل کی صحبت سے استفادہ کیا جائے کیوں کہ شیخ کی توجہ اور خلوص کی برکت سے دل غفلت سے پاک ہو جاتا ہے، جذبہ محبت اور مشاہدہ الٰہی کے انوار کی شمع مرید کے دل میں روشن ہو جاتی ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ذکر تنہا و بے رابطہ شیخ موصل نہیں ہے البتہ رابطہ تنہا بغیر ذکر کے موصل ہے۔

(طریقت نقشبندیہ)

رابطہ شیخ شیطانی وساوس اور حربوں کے خلاف ڈھال کا کام دیتی ہے۔ کیوں کہ جب مرید اپنے شیخ کامل اکمل مکمل کے ساتھ رابطے میں پکا ہوتا ہے۔ تو شیخ اس کے باطنی امراض کو دور فرماتا ہے۔ ساتھ ساتھ اس کے نفس کی شر کو دفع کرنے کی سعی بھی فرماتا ہے۔ جس طرح سے مالی اپنے باغ کے پودوں کی دیکھ بھال کرتا ہے اور وقتاً فوقتاً کانٹ چھانٹ کرتا رہتا ہے۔ پودوں کی بروقت آبیاری اور کھاد کی وجہ سے چمن ہرا بھرا ہو جاتا ہے اور دیکھ بھال کی وجہ سے کیڑے مکوڑوں اور دیگر نقصان دہ چیزوں سے بھی بچا رہتا ہے۔ بعینہٖ مثال مرشد کامل کی ہے کہ وہ مرید کی دیکھ بھال کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ (مؤلف)

رابطہ شیخ کامل کو ہم قرآن وحدیث اور اقوال علماء ومشائخ سے پیش کریں گے تا کہ طالبان راہ حق پر اس کی اہمیت وافادیت ظاہر ہو سکے۔

مرادرابطہ:

باطنی رابطہ سے مراد یہ ہے کہ سالک جہاں کہیں بھی ہو شیخ کے روبرو ہو یا دور ہو اس کے باطن میں شیخ کے روبرو ہو یا دور ہو اس کے باطن میں شیخ کی محبت ایسی رچ بس چکی ہو کہ شیخ ہو یا نہ ہو شیخ کی منشاء کا خیال اس کے دل پر حاوی ہو چکا ہو اس کے تمام امور وافعال اس کے مطابق ہو جائیں جب سالک کی یہ حالت ہو جاتی ہے تو اس کو شیخ سے فیض ہر وقت تسلسل سے ملنا شروع ہو جاتا ہے اس شخص کے لئے جسمانی فاصلے پھر اخذ فیض میں رکاوٹ نہیں بنتے وہ دور بیٹھا بھی شیخ سے وہ فائدہ حاصل کر رہا ہوتا ہے جو شیخ کے پاس غفلت سے رہنے والے حاصل نہیں کرتے کیوں کہ تب سالک درجہ کمال تک پہنچا ہوتا ہے۔

حکایت:

حضرت سبی فرماتے ہیں کہ ایک مشغول بہ حق بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک کتا سامنے سے گزرا اتفاقاً اس پر نظر پڑ گئی ان بزرگ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ ان کی نگاہ کا کتے پر ایسا اثر ظاہر ہوا کہ وہ جہاں جاتا کتے اس کے پیچھے ہو لیتے اور جہاں بیٹھتا تھا وہاں کتے اس کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے تھے ہنس کر فرمانے لگے کہ گویا کتوں کے لئے شیخ بن گیا پھر فرمایا کہ جس کے فیوض جانوروں پر بھی ظاہر ہوں اس سے انسان محروم کیسے رہ سکتا ہے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیے۔

(حکایات اشرفیہ ص ۲۵)

حضرت حافظ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مرید کا رابطہ اپنے شیخ کے ساتھ جس قدر قوی ہوگا اسی قدر اس پر فیوض وبرکات کا فیضان ہوگا اور معرفت زیادہ ہوگی ذکر وعبادت میں سستی نہ آئے گا۔

فناء فی الشیخ ہونا ہی عین فناء فی الرسول ﷺ اور فناء فی الرسول ﷺ اور فناء فی اللہ ہے مگر یہ نعمت کسی قسمت والے کو ملتی ہے جو معرفت اور ترقی رابطہ سے ہوتی ہے اور کسی شے سے نہیں ہوتی رابطہ شرک نہیں رابطہ مرید کے لئے زینہ ہے جس کے ذریعے وہ ترقی کرتا چلا جاتا ہے پس شیخ سے رابطہ پیدا کرنا چاہیے۔

(طریقہ نقشبندیہ مجددیہ ص ۶۵)

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ مرید کو جو بھی مقام ومرتبہ وکمال حاصل ہوتا ہے وہ اپنے شیخ کی تابع داری اور تقلید سے ہی حاصل ہوتا ہے اس سے اسے ہر حال میں اپنے شیخ کے عادات واطوار، اعمال وافعال، لباس وکردار اور نشست وبرخاست، حرکات وسکنات صورت وسیرت کو ہی اپنانا چاہیے یہاں تک کہ فقہ کے مسائل بھی شیخ کی اداؤں سے سیکھے جائیں تاکہ اس کا ظاہر وباطن اپنے شیخ کے رنگ میں رنگا جائے حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک مقام پر یوں رقمطراز ہیں جہاں تک ممکن ہو سکے تقلید کو ہاتھ سے نہ چھوڑے کیوں کہ شیخ طریقت کی تقلید میں بہت فائدے ہیں اور اسی کے طریقے کی مخالفت میں سراسر خطرات ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر ۱۳)

چوں کہ اتباع سنت شیخ محبت کا گہوارہ ہوتی ہے اس لئے مرید اپنی محبت کی وجہ سے تصور میں اس قدر گم ہو جاتا ہے کہ اس کے حواس پر شیخ کی شکل وصورت اور حرکات وسکنات کا غلبہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنی ہستی:

من تو شدی من تو شدم

جان من شدی تن تو شدم

جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فناء فی الشیخ کے مرتبے میں اس قدر مغلوب ہو گئے تھے کہ صورت وسیرت کے اعتبار سے جمال نبوت ﷺ کے آئینہ دار بن گئے اور

ہجرت کے موقع پر اہل مدینہ کے لئے آقا اور غلام میں امتیاز کرنا مشکل ہو گیا تھا۔
(صحیح بخاری ص ۵۵۵)

حاصل کلام یہ کہ اگر کوئی بندہ صاحب کمال بننا چاہتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ رب کی رضا والا بندہ بنے تو اپنے شیخ کامل مکمل کی صحبت میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا چاہیئے تاکہ شیخ کامل اسے اپنے لطف و کرم سے معرفت کی وہ منازل طے کرائے جو اس کے لئے بغیر رہبر و رہنما کے ناممکن ہیں اور شیخ کی صحبت میں رہ کر شیخ کی معیت میں وہ بھی اس کے صدقے اور وسیلے سے منزل پر جائے جس پر خاصان خدا کا گزر رہتا ہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے ریل گاڑی ایک اس وجہ سے بھی پسند ہے کہ اس کے انجن میں یہ خاص بات ہے جو بھی وہ اس کے ساتھ لگا ہوتا ہے اسے اپنے ساتھ منزل پر پہنچا کر ہی رہتا ہے۔

بعینہ اگر مرید کیسا بھی ہو لیکن اگر اس کا رابطہ اپنے شیخ سے مضبوط ہے تو وہ اس منزل پر پہنچ کر ہی رہتا ہے جو کامیابی و کامرانی کی دلیل ہے۔
(مؤلف)

رابطہ شیخ قرآن کی روشنی میں:

"یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ"۔
(سورۃ توبہ)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اب عام مسلمانوں کو انہی کے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت کی جا رہی ہے۔ کیوں کہ حقیقی کامیابی یہی ہے۔ کہ انسان سے خطا ہو جائے تو اعتراف جرم اور اظہار ندمت کے بعد عفو و درگزر کی التجا کرے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے سچے اور نیک بندوں کی صحبت اختیار کرنے کی بھی

اس آیت میں ترغیب دی گئی ہے۔

(ضیاء القرآن)

"وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ" (الکھف ۲۸)

اور روک کے رکھیے اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح وشام اور طلب گار ہیں اس کی رضا کے۔

حضور ﷺ کی صحبت کا فائدہ تو ان فقراء کو حاصل ہوتا ہے کیوں کہ وہ بارگاہ الٰہی کے مشتاق ہیں اور حضور ﷺ انوار الٰہی کے لئے آئینہ اور اس کی تجلیات کے لیے عرش اس کے اسرار کا معدن اور اس کے انوار کا مشرف ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب حضور ﷺ کے روئے زیبا کو دیکھتے تو انہیں زندگی کا لطف حاصل ہوتا تھا اور جب حضور ﷺ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہوتے تھے۔ تو وہ رنجیدہ خاطر اور پریشان ہو جاتے تھے۔ لیکن حضور ﷺ کے سوا اور لوگ جو ان فقراء کی صحبت سے مشرف ہوتے ہیں اس صحبت کا نہیں فائدہ نصیب ہوتا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی یاد کرنے والے وہ گروہ ہیں جن کا ہم نشین بد بخت نہیں رہتا۔

(روح المعانی)

رابطہ شیخ احادیث مبارکہ کی روشنی میں:

حدیث نمبر ۱:

"عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال قلنا يارسول الله مالنا اذا كنا عندك رقت قلوبنا وزهدنا فی الدنيا وكنا من اهل الاخرة فاذاخرجنا من عندك مالنا اهالينا وشممنا اولادنا انكرنا انفسنا فقال رسول الله لوانكم تكونون اذاخرجتم من عندی كنتم علی حالكم

ذالك لذار تكم الملائكة فى بيوتكم ولو لم تذنبو لكاء الله بخلق جديد لى يذنبو فيغفر لهم"۔

(رواہ الترمذی وابن حبان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کیا ہوگیا ہے۔ کہ جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں تو ہمارے دل نرم ہوتے ہیں ہم دنیا سے بے رغبت اور آخرت کے طالب ہو جائے ہیں اور جب آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو اپنے گھر والوں سے مانوس ہوتے ہیں اور اپنی اولاد سے ملتے جلتے ہیں تو ہمارے دل بدل جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اسی حالات میں رہو جس طرح میرے پاس سے جاتے ہو تو فرشتے تمہارے گھروں میں تمہاری زیارت کریں اور اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق لائیگا تا کہ وہ گناہ کریں اور توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے۔

حدیث نمبر۲:

"عن عبد الله ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ان من الناس مفاتيح لذكر الله اذا روا ذكر الله"۔

(رواہ طبرانی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کنجیاں ہوتے ہیں انہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آجاتا ہے۔

ایک اور طویل حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل میں سے ایک شخص تھا جس نے ننانوے قتل کئے تھے اور پھر اس کی بخشش کا

مسئلہ پوچھنے نکلا تھا کہ اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں۔ وہ ایک راہب کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کیا اس گناہ سے توبہ کی کوئی صورت ممکن ہے؟ راہب نے جواب دیا نہیں اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا۔ پھر اس نے ایک اور شخص سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ تم فلاں بستی کی جانب روانہ ہو جاؤ وہاں پر اللہ تعالیٰ کے نیک بندے رہتے ہیں ان کی صحبت اختیار کرو اور توبہ کرو شاہد تمہاری توبہ قبول ہو جائے۔ لیکن ابھی وہ اس بستی تک پہنچا نہیں تھا کہ اس کی موت واقع ہو گئی، موت کے وقت اس نے اپنا سینہ اس بستی کی جانب کر لیا تھا۔ رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں جھگڑا ہونے لگا۔ کے کون اسے لے جائے پس اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو جہان وہ توبہ کے لئے جا رہا تھا حکم دیا کہ اس کی لعش کے قریب ہو جائے اور دوسری بستی کو حکم دیا کہ اس کی لعش سے دور ہو جائے پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا اب دونوں کا فاصلہ دیکھوں جس جانب کا فاصلہ کم ہوا سے اس بستی کے رہنے والوں کے حساب میں ڈال لو اور جب فاصلہ ناپا گیا تو اس بستی کو (جہاں وہ توبہ کرنے جا رہا تھا) ایک بالشت لعش سے زیادہ قریب پایا اور اس کی مغفرت کر دی گئی۔

(متفق علیہ)

رابطہ شیخ ہی وہ کیمیا اثر نسخہ ہے جس سے فنا فی الشیخ اور فنا فی الرسول کے زینے طے ہوتے ہوئے فناء فی الرسول کے ارفع و اعلیٰ مقام تک رسائی ہوتی ہے اور اس سے قرب الی اللہ کی منازل بہ سہولت ہوتی ہے۔

باب نمبر۱۲:

باب آداب مرشد

اب تک ہم طالبین حق کے لئے سلوک وطریقت کے اثبات، مرشد کامل اور شیخ ناقص کی پہچان، حقیقت بیعت اور رابطہ شیخ کے بیان میں دلائل پیش کر چکے ہیں ضروری ہے کہ سالکین کیلئے مرشد کے آداب کا بھی بیان کیا جائے تا کہ مرشد کی رضامندی اور محبت والتفات حاصل کی جاسکے اور اس کی ناراضگی وخفگی سے بچ کر راہ سلوک پر استقامت حاصل کی جائے۔

آداب مرشد ہم قرآن وحدیث اور اقوال علماء کی روشنی میں پیش کریں گے تا کہ سمجھنے میں آسانی رہے اور معترضین کو اعتراض کا موقع نہ ملے ہم سب کے آقا ومولا، شافع محشر ﷺ جو شیخ زمان ہیں جو قبلہ عالم ہیں اور جن کی پاؤں کی دھول آنکھوں کا سرمہ اور نعلین مبارک سروں کے تاج ہیں جو عاشقین کے دلوں کے سرور اور مشتاقین کے آنکھوں کے جمال ہیں جن کا ادب قرآن نے سکھایا صحابہ رضی اللہ عنہم کو اور یہی ادب اپنے شیخ ظاہر کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت اور قرآن کی تعلیم ہے:

ا۔ آداب مرشد قرآن پاک کی روشنی میں:

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ"۔

(الحجرات آیت ۲)

اے ایمان والو نہ بلند کیا کرو اپنی آوازوں کو نبی کریم ﷺ کی آواز سے

اور نہ زور سے بات کیا کرو جس طرح زور سے تم ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو۔

اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے علماء نے فرمایا ہے کہ انسان جب روضہ مقدسہ پر حاضری دینے کی سعادت سے بہرہ ور ہو تو وہاں بھی آواز اونچی نہ کرے۔ جہاں حدیث پاک کا درس ہو رہا ہو وہاں بھی آواز بلند نہ کرے علماء ربانیین کی خدمت میں حاضر ہو تو اس وقت بھی چلا چلا کر گفتگو نہ کرے اور اپنے پیر و مرشد سے بھی ادب واحترام ملحوظ رکھے۔
(ضیاء القرآن)

"وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"۔

(الحجرات آیت ۵)

اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ باہر تشریف لاتے ان کے پاس تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

یہاں سے بھی ہمیں مرشد کے ادب کا معلوم ہوتا ہے کہ مرشد کو بلانے کا طریقہ کیا ہوتا ہے۔ اور استاد و مرشد سے کس طرح مخاطب ہوا جائے۔

۲۔ آداب مرشد حدیث کی روشنی میں:

"عن حسن ابن علی رضی اللہ عنہما واذا تکلم اطرف جلسائه کانما علی روسهم الطيور فاذا سكت تكلم لايتنازعون عنده الحديث ومن تكلم عنده انصتوله حتى يفرغ حديثهم عنده حديث"۔

(شمائل ترمذی)

حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو آپ ﷺ کے اصحاب اس طرح سر جھکا کر بیٹھ جاتے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں جب آپ ﷺ خاموش ہو جاتے تو پھر وہ بات شروع کرتے تھے آپ ﷺ کے سامنے کسی بات پر بحث نہیں کرتے تھے جو بھی شخص آپ ﷺ سے بات کرتا تو سب خاموش ہو جاتے حتیٰ کہ وہ شخص اپنی بات سے فارغ ہو جاتا۔

آداب مرشد کا استخراج علماء کے اقوال سے:

حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی الشیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ کامل کے حقوق تمام ارباب حقوق سے بالا ہیں بلکہ دوسروں کے حقوق کو شیخ کامل کے حق سے کوئی نسبت ہی نہیں۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ملاحظہ ہو:

"ان الشیخ مقدم من الاب والام لان الاباء والامھات یحفظونہ من نار الدنیا وافاتھا والمشائخ یحفظونہ من نار الآخرۃ واشتدارھا"۔

یعنی شیخ مکرم ماں باپ سے مقدم ہے کیوں کہ آباء وامہات اسے دنیا کی آگ اور اس کی مہلکات، آفات وبلیات سے بچاتے ہیں جبکہ مشائخ عظام اسے نار جہنم اور اس کی مہلکات ومشکلات سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

(تفسیر کبیر اول ۲۶۱)

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا تین جگہ پر غلبہ ہوتا ہے:

۱۔ قلب (مؤمن عارف باللہ کا دل)

۲۔ عرش معلیٰ

۳۔ کعبہ مبارکہ

خانہ کعبہ مبارکہ کی جانب سے رجعت قہقری کرنا (الٹے پاؤں واپس ہونا یعنی پیٹھ نہ کرنا) اور اسی طرح جب مرشد جدا ہوتا ہے یا مصافحہ کر کے واپس آ رہا ہوتا ہے تو الٹے پاؤں آئے کیوں کہ کعبہ سے زیادہ مرشد کامل کا ادب ہے کیوں کہ مرشد پاک کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کا نور اور تجلیات آتے ہیں اور خانہ کعبہ کی زیارت سے زیادہ آتے ہیں اور جب مرشد کامل کا چہرہ مبارک آنکھوں سے غائب ہو جائے تو کمر کرے۔

(انوار قدسیہ جلد ۴ ص ۵۴)

اگر کوئی سالک بعض آداب کی رعایت میں اپنے آپ کو کوتاہ جانے اور انہیں مناسب طور پر ادا نہ کر سکے تو اس کے لئے معافی ہے لیکن اپنی اس کوتاہی کا اعتراف لازم ہے اور اگر آداب کی رعایت بھی نہ کرے اور اپنی کوتاہی کا اعتراف بھی نہ کرے تو ایسا مرید بزرگوں کی برکات سے محروم رہتا ہے۔

(سعادت العباد ص ۲۰۰ جلد اول، شرح مبداء و معاد)

مرشد کی بے ادبی میں آنے کی ایک وجہ:

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھار مرید خود کو اس مقام پر دیکھتا ہے کہ جس مقام پر اس کا شیخ جلوہ افروز ہے اور اسی غلط فہمی میں وہ مشائخ کی برابری کے زعم میں مبتلا ہو جاتا ہے حالاں کہ یہ مریدوں کا مقام حصول ہوتا ہے اور مشائخ کا مقام وصول ہوتا ہے

مقام وصول کا تعلق اصالت کے ساتھ ہوتا ہے اور مقام حصول کا تعلق نیابت وطبیعت کے ساتھ ہے۔

بعض اوقات اس زعم فاسد میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ مجھے جو مقام و مرتبہ حاصل ہوا ہے وہ میری ذاتی محنت وریاضت وکوشش کا ثمرہ ہے جو دلیل محرومی کی ہے بلکہ یہی خیال بسا اوقات بدبختی بھی بن جاتا ہے حالانکہ مرید کو جو بھی مرتبہ و مقام ملتا ہے وہ شیخ کی اطاعت اور توجہات کی بدولت ملتا ہے۔

(سعادت العباد شرح مبداء و معاد جلد اول ص ۴۲۰)

آداب مرشد میں مرید مندرجہ ذیل باتوں کا خاص خیال رکھے تا کہ بزرگان دین ومشائخ کی صحبت سالک کو کما حقہ فائدہ دے سکے:

۱۔ اعتقاد رکھے کہ میرا مطلب اسی شیخ سے حاصل ہوگا اور دوسری طرف توجہ کرے گا تو مرشد کے فیوض وبرکات سے محروم ہو رہے گا۔

۲۔ ہر طرح سے مرشد کا مطیع ہو جائے اور جان ومال سے مرشد کی خدمت کرے کیوں کہ بغیر پیر کی محبت کے کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا اور محبت کی پہچان بھی ہے کہ جو مرشد کہے فوراً بجالائے بغیر اس کی اجازت کے کسی فعل کی ابتداء نہ کرے کیوں کہ بعض اوقات وہ اپنے حال اور مقام کے مطابق کام کرتا ہے اگر مرید اس کو کر دے اپنے شیخ کی اقتداء میں تو اس کیلئے زہر قاتل ہے۔

۳۔ جو ورد اور وظیفہ مرشد تعلیم کرے اس کو پڑھے اور باقی تمام وظائف چھوڑ دے خواہ اس نے اپنی طبیعت سے پڑھنے شروع کئے ہوں یا کسی نے بتائے ہوں۔

۴۔ مرشد کی موجودگی میں ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہونا چاہئے یہاں تک کہ سواء فرض وسنت کے کوئی نفل وغیرہ بھی اس کی اجازت کے بغیر نہ پڑھے۔

۵۔ اس کے روبرو کسی سے بات نہ کرے بلکہ کسی کی طرف متوجہ بھی نہ ہو۔

۶۔ جس جانب مرشد تشریف فرما ہوتے ہوں اس طرف پیر نہ پھیلائے اگرچہ سامنے نہ ہو۔

۷۔ مرشد کی جانب تھوکے نہیں۔

۸۔ جو کچھ مرشد فرمائے یا کرے اس پر اعتراض نہ کرے اور اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ یاد کرے کہ نہ معلوم کیا مصلحت ہوگی۔

۹۔ اپنے شیخ سے کرامات کی خواہش نہ کرے۔

۱۰۔ اگر کوئی شبہ ہو تو فوراً عرض کر دے اور اگر وہ سمجھ میں نہ آئے پیشہ حل نہ ہو تو اپنی فہم کا نقص سمجھے اور اگر مرشد اس کا جواب نہ دے تو جان لے کہ میں اس جواب کے لائق نہ تھا اور کسی دوسرے موقع کا منتظر رہے۔

۱۱۔ خواب میں جو کچھ دیکھے وہ مرشد سے عرض کر دے اور اگر اس کی تعبیر ذہن میں آئے تو اس کو بھی عرض کر دے۔

۱۲۔ بلا ضرورت اور بلا اجازت مرشد سے علیحدہ نہ ہو۔

۱۳۔ مرشد کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرے اور بآواز بلند اس سے بات بھی نہ کرے اور اتنی آہستہ بھی نہ ہو کہ سننے میں تکلیف ہو اور بقدر ضرورت مختصر کلام کرے اور نہایت توجہ سے جواب کا منتظر رہے۔

۱۴۔ مرشد کا کلام لوگوں سے اس قدر بیان کرے جتنی ان کی سمجھ ہو اور جس بات کے متعلق جانے کہ لوگ نہیں سمجھیں گے اسے بیان نہ کرے۔

۱۵۔ مرشد کے کلام کو رد نہ کرے اگر چہ حق بظاہر مرید کی طرف ہی معلوم ہو بلکہ یہ اعتقاد رکھے کہ شیخ کی خطا میرے ثواب سے زیادہ بہتر ہے۔

۱۶۔ جو کچھ طالب کا حال ہو بھلا یا برا وہ مرشد سے عرض کر دے اس لئے کہ مرشد طبیب روحانی ہے اطلاع کے بعد اس کی اصلاح کرے گا مرشد کے کشف پر اعتماد کر کے سکوت نہ کرے بلکہ اپنے حالات کی اطلاع کا التزام رکھے۔

۱۷۔ مرشد کے پاس بیٹھ کر وظیفہ نہ پڑھے اگر کچھ پڑھنا لازمی ہو تو علیحدہ بیٹھ کر پڑھے۔

۱۸۔ جو کچھ فیض باطنی ملے اسے مرشد کے طفیل سمجھے اگر چہ خواب یا مراقبہ میں دیکھے کہ کسی دوسرے سے فیض پہنچتا ہے تب بھی یہی سمجھے کہ مرشد کا کوئی لطیفہ اس بزرگ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

با ادب با مراد　　　بے ادب بے مراد

باب نمبر ۱۳:

تعارف سلاسل اربعہ

جاننا چاہئے کہ اللہ پاک نے اپنے کلام لاریب میں یہ بات بتائی ہے کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر صرف اپنی عبادت کے لئے۔ یہاں مراد عبادت سے مطلق عبادت ہے چاہے وہ جس شکل میں ہو لیکن ہو عبادت کی حالت میں یعنی اللہ تعالیٰ کی ماننے کی حالت میں کہ انسان کا کوئی فعل اللہ تعالیٰ کے کسی حکم اور اس کی حبیب کے طریق کے تعارض میں نہ ہو تب یہ عبادت میں کہلائے گا عبادت کا آسان مفہوم اللہ تعالیٰ کے احکامات ماننا اور اس پر عمل کرنا ہے اور یہی ماننا، اطاعت وفرمانبرداری انسانیت کی معراج ہے کہ جو بندہ جتنی جتنی اپنی مرضی چھوڑ کر اپنے رب کی مانتا گیا اور اس کی رضا کے آگے اپنی مرضی قربان کرتا گیا اتنا ہی وہ رب کی معرفت حاصل کرتا گیا اور رب تعالیٰ سے قریب ہوتا گیا اور یہی ماننے کی عادت ڈلوانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلوق میں سے ایسے بندے چنے جن کا اک اک سانس اپنے مالک کی مرضی کے تابع تھا اور یہی وہ لوگ تھے جن کی مثال کستوری کی سی تھی کہ ان کے قریب رہ کر مٹی بھی خوشبودار ہو جاتی ہے یہ لوگ خود تو اللہ تعالیٰ کی مانتے تھے لیکن اللہ پاک نے ان کے اندر ایسی صلاحیت رکھی تھی کہ ان کے ساتھ اخلاص سے ملنے والا بھی رب کی رضا میں ڈھل جاتا تھا اور اسی طریق پر شروع سے عادت اللہ جاری ہے۔

یہ لوگ سب سے پہلے انبیاء علیہم السلام میں ہوئے تھے کہ ان کی نگاہوں مبارکہ میں آنے والے کبھی شقی اور بدبخت نہیں رہتے تھے بلکہ وہ زمانے کے بہترین لوگ ہو جاتے تھے کیوں کہ یہ لوگ رب کی ماننے والے اور اس کی حقیقی عبادت وبندگی کرنے والے بن جاتے تو

رب تعالیٰ بھی ان کی مان جاتا تھا اور ان کو عزت و کامرانی نصیب فرماتا تھا انبیاء علیہ السلام کے بعد یہ لوگ وہ ہوتے تھے جنہوں نے انبیاء کرام علیہم کی صحبت مبارکہ میں رہ کر تعلیم ظاہری و باطنی حاصل کی ہوتی تھی اور اسی باطنی فیضان کا کمال ہوتا تھا کہ ان کی سامنے آنے والے بھی نہ صرف بدلتے تھے بلکہ اپنے سامنے بھی خلوص والے لوگوں کو رب سے ملاتے تھے۔

الغرض نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے یا بعد کے شاہ بہاؤ الدین نقشبند و مجدد الف ثانی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے یا خواجہ معین الدین چشتی، حضور غوث پاک تھے یا اس دور کے مجدد خواجہ سیف الرحمٰن مبارک مقصود تمام اور کل کی رب تعالیٰ کی خوشنودی خداوندی کو حاصل کرنے اور اپنے نفس کی اصلاح کیلئے انہوں نے استاد رہبر رہنما ڈھونڈے ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور اپنے نفس کو ان کے حوالے کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ شرف و مقام دیا کہ کل قیامت کے دن ایسے ہی امتیوں پر ہمارے آقا علیہ السلام فخر فرمائیں گے۔

اب تک ہم کئی عنوانوں پر گفتگو کر چکے ضروری ہے کہ مشائخ کے مشہور زمانہ چار سلسلوں کے بارے میں بھی مختصراً بات ہوجائے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ:

تمام سلاسل کا سردار، بعینہ ایسے جیسے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انبیاء علیہم کے بعد تمام مخلوق میں سے زیادہ فضل و شرف والے ہیں ایسے ہی ان سے آگے بڑھتا ہوا یہ سلسلہ صدیقیہ، نقشبندیہ، مجددیہ بھی ہے کہ اس سلسلے کی ابتداء میں دوسروں کی انتہاء مندرج ہے حضرت ابوبکر صدیق کی نسبت سے یہ صدیقیہ کہلایا اور پھر اپنے زمانے کے مشائخ کبار کے حوالے سے طیفوریہ، امراریہ، نقشبندیہ، مجددیہ وغیرہم کہلایا اس سلسلے کا تفصیلاً ذکر آگے آئے گا۔

سلاسل چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ:

یہ تمام سلاسل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہیں اور اپنے اپنے زمانے کے شیوخ کی نسبت سے چشتیہ، فریدیہ، نظامیہ، قادریہ، سہروردیہ وغیرہم کہلائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ طریق امامیہ کہلاتے تھے اس طریق میں نفس کی مخالفت اس کی صفائی اور تزکیہ کر کے رب تعالیٰ کے ذکر کا ثمر بویا جاتا ہے جیسے کوئی زمیندار پہلے جھاڑ جھنکار والی زمین سے صفائی کر کے جھاڑ جھکاڑ، گھاس بھونس وغیرہ صاف کرتا ہے اور پھر اس میں ہل چلا کر بیج بوتا ہے ان سلاسل مبارکہ میں کھٹن ریاضت اور مجاہدے کے بغیر کامیابی بہت مشکل ہے لیکن اگر سالک استقامت سے اس راہ پر چلتا رہے تو اللہ پاک اپنی خصوصی عنایت سے اس راہ پر چلنا آسان فرما کر اس کے راستے کھول دیتا ہے۔

الغرض سلسلہ تصوف جو بھی ہے وہ خدا تک مرید صادق کو پہنچانے والا ہے مقصود تزکیہ باطن ہے اور رب کی رضامندی وخوشنودی حاصل کرنی ہے۔ طالب حق جس سلسلے میں مرضی بیعت ہو کر مقصود حاصل کر لے کامیاب ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اگر کسی کو ہمارے ہاں سے علم باطن سے حصہ نہ بھی ملے تو وہ بددل نہ ہو کیوں کہ مقصد بخشش ہے اور بخشش کا انحصار اتباع سنت پر ہے اور اتباع سنت ہمارے ہاں لازمی ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جگہ جگہ اپنے خلفاء کو تحریر فرمایا کہ'' طالب اگر کسی بھی سلسلہ میں بیعت ہونا چاہے تو بیعت اسی سلسلے میں کر لو۔ مگر ذکر طریقہ نقشبندیہ تعلیم کرو کیوں کہ یہ آسان ہے اور اس سے طالب خداوند تعالیٰ تک جلد پہنچ جاتا ہے۔

ویسے تو چاروں سلاسل رب تعالیٰ تک واصل ہیں مگر جو فوقیت وخاصیت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو حاصل ہے کسی اور کو نہیں ضروری ہے کہ ہم اس سلسلہ عالی کے مشائخ کبار کے چند ملفوظات سالکین راہ حق کیلئے بطور نمونہ پیش کریں گے تاکہ ان مشائخ کے حالات وکیفیات سے بھی آگہی ہو اور دل میں شوق وذوق کا وفور بھی ہو۔

حضرت خواجہ سید محمد بہاؤ الدین شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت عالی کی برکت سے یہ سلسلہ مبارکہ اپنے دور میں نقشبندیہ کہلایا اور اسی نسبت سے شہرت کو دوام حاصل ہوئی کہ آج بھی سلسلہ مبارکہ نقشبندیہ سے جانا جاتا ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت حضرت خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے ہے فی الحقیقت آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے اویسی ہیں اور ان کی روح پاک سے تربیت پائی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ماہ محرم ۷۵۸ ہجری میں ہوئی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آثار ولایت بچپن سے ظاہر تھے حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سے پہلے ہی اپ کی علوی شان کی بشارت دی تھی اور جب قصر ہند سے گزر ہوتا تھا تو فرماتے تھے کہ قریب ہے کہ قصر ہندوان قصر عارمان ہو جائے کہ اس جگہ سے ایک مرد خدا کی خوشبو آتی ہے ایک مرتبہ اس جگہ آپ تشریف لائے تو فرمایا وہ مرد حق تولد ہو چکا ہے اس وقت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو تولد ہوئے صرف تین روز ہوئے تھے اپ کے جدامجد آپ کو حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئے تو حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ دیکھ کر فرمانے لگے یہ وہی مرد ہی جس کی خوشبو مجھے آیا کرتی تھی میں نے اس کو اپنی فرزندی میں قبول کیا اور فرمایا یہ امت محمدی کے لئے آسانی کرنے والا ہوگا پھر حضرت خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے جو اکابر خلفاء میں سے تھے فرمایا اس کی تربیت تیری قسمت میں ہوگی اور اگر اس کی تربیت میں ذرہ بھر کوتاہی ہوئی تو میں تجھے ہرگز معاف نہ کروں گا۔ حضرت امیر کلال نے فرمایا اگر میں اس کی تربیت میں کوتاہی کروں تو میں مرد نہیں۔

جب آپ (حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) علم طریقت میں مرتبہ اجتہاد کو پہنچے اور زمانہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کا آیا اور حضرت خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت طریقت عنایت فرمائی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے (جو کہ امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے آسانیاں پیدا کرنے والے پیدا ہوئے تھے) دیکھا اور سنا کہ صوفیاء سخت ریاضت اور مجاہدات سے پریشان ہیں کہ کسی نے سال ہا سال سے سونا ترک کیا ہوا ہے کسی نے دن کو روزہ اور رات کو جاگنا شروع کر دیا ہے

کسی نے تیس چالیس سال سے آسمان کو ہی نہیں دیکھا بعضوں نے چلہ کشی اور گوشہ نشینی میں اپنے بدن کو خشک کر دیا حتی کہ مشاغل واذ کار طریقہ سے معذور ہو گئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سینے مبارک میں جوش پیدا ہوا اور پندرہ روز تک سربسجود رہے، نماز اور حوائج ضروریہ کیلئے حجرے سے باہر تشریف لاتے تھے ایک روایت کے مطابق آپ مدینہ منورہ میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے مزار اقدس پر سربسجود رہے اور التجا کی الٰہی امت کے قوی ضعیف ہو گئے ہیں اب ان میں قوت وہمت سختی کھینچنے کی نہیں رہی خیر و برکت کا زمانہ نبوت ان سے دور ہوتا جا رہا ہے اپنے فضل وکرم سے مجھ کو ایسا طریق عنایت فرما جو آسان ہو اور تجھ تک جلد پہنچنے والا ہو دریائے رحمت الٰہی موجزن ہوا اور الہام ہوا دعا قبول ہوئی اے محمد بہاؤالدین ہم تجھ کو وہ طریق عنایت فرماتے ہیں کہ جو ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا تھا یعنی وقوف قلبی اور اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ عزوجل کا شکریہ ادا کیا اور سر سجدے سے اٹھایا اور اس طریقہ جدید کو رواج دیا بفضلہ تعالیٰ اس طریق نے اپنی آسانی اور زود رسی کی وجہ سے اتنی ترقی کی کہ اب کروڑوں آدمی اس سلسلہ مبارکہ میں ہیں اور بوجہ قبولیت بمثل آفتاب کی روشنی کے تمام روئے زمین پر پھیل گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے لوگ دریافت کرتے تھے کہ طریق سب مبارک اور نور علی نور ہیں سب خدا تک پہنچتے ہیں لیکن جو طریق اللہ نے مجھے عنایت فرمایا ہے۔

اس میں سب سے بری ریاضت اتباع سنت ہے اور ذکر قلبی ہے جس میں جذب ربانی ہے اس کی برکت سے بہت جلد حضور وآگاہی اور خلوت در انجمن حاصل ہو جاتی ہے جو دوسرے سلاسل میں منتہیوں کو نصیب ہوتی ہے اور جذبہ کو مقدم رکھنے کی وجہ سے منازل سلوک اسی کے ضمن میں قطع ہو جاتی ہیں اور اسمائے صفاتی کے بجائے ذکر اسم ذات کو ابتداء میں ہی تلقین فرماتے ہیں جس سے طالب جذب ربانی کی کشش سے صفات کے پردوں میں سے گزر کر تجلیات ذاتیہ سے سرفراز ہو جاتا ہے۔

حضرت شاہ بہاؤ الدین نقشبند فرماتے تھے کہ ہمارا طریقہ صدیقیہ مصطفوی اور متابعت سنت ہے یہی وجہ ہے کہ طریقہ نقشبندیہ کو طریقہ رسولیہ صدیقیہ بھی کہتے ہیں۔

حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے جو ہمارے طریقہ نقشبندیہ میں داخل ہوگا جب تک دلی مراد نہ پائے دنیا سے نہ جائے گا اور جو شخص طریقہ نقشبندیہ سے نفرت کر کے روگردانی کرے گا دنیا سے بے مراد جائے گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ محبوبیت اور معشوقیت کے بلند مرتبہ و مقام پر فائز ہیں نیز آپ کا ارشاد مبارک ہے:

"در طریقہ ما محرومی نیست ہر کہ از طریقہ ما روگرداند خطرہ دین دارد چرا کہ این طریقہ بعینہ طریقہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہ است"۔

یعنی ہمارے طریقہ میں کسی کو محرومی نہیں ہے جو کوئی ہمارے طریقے سے منہ موڑلے اس کے دین میں خطرہ ہے کیوں کہ یہ طریقہ بعینہ طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔

حضرت خواجہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں حضرت خواجہ خواجگان نقشبند قدس سرہ کا طریقہ حق تعالیٰ تک پہنچانے والے طریقوں میں سب سے زیادہ قریب ہے دوسرے طریقوں کی انتہاء ان بزرگوں کی ابتداء میں درج ہے ان کی نسبت تمام نسبتوں سے فوق ہے۔

ایک اور مکتوب کی شرح میں فرماتے ہیں حقیقت امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فیضان نبوت جاری ہے۔ فیضان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جبکہ فیضان ولایت کے خلیفہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ ہیں جملہ سلاسل طریقت میں فیضان نبوت وولایت جاری وساری ہے مگر طریقت نقشبندیہ میں نسبتاً فیض نبوت کا غلبہ ہے اس بناء پر اس سلسلہ طریقت کو طریقہ صدیقیہ بھی کہا جاتا ہے اور اس سلسلہ طریقت کی نسبت کو نسبت

صدیقی کہتے ہیں جسے ہمہ وقت حق تعالیٰ کے ساتھ حاضر باش رہنے سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کو حضور مع اللہ بلا غیوبت بھی کہتے ہیں جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے:

"رِجَال" لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ" وَّلَا بَيْعٌ" عَنْ ذِكْرِ اللهِ"۔

(نور آیت ۳۷)

وہی مردان خدا ہیں جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا یا خرید و فروخت اللہ کی یاد سے۔

جیسے اس آیت کریمہ سے واضح ہے کہ اس لئے یہ نسبت تمام نسبتوں سے فوق و بالا ہے یہ وہ نعمت عظمیٰ اور دولت قصوٰی ہے جس کے سمجھنے سے اکثر لوگ (افراد) قاصر ہیں۔

شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے:

تو نقشی نقشبندان راچہ دانی
تو طفلی کار مردان راچہ دانی

گیاہ سبز داند قدر باران
تو خشکی قدر باران راچہ دانی

ہنوز از کفر وایمان خبر نیست
حقائق ہائے ایمان راچہ دانی

باب نمبر۱۴:

فضائل ذکر

اللہ پاک کا قرب نصیب کرنے والی سب سے بہترین چیز اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کا ذکر ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عمل کونسا ہے؟ انہوں نے فرمایا تو نے قرآن نہیں پڑھا، قرآن پاک میں ہے:

"وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ"۔

(العنکبوت آیت ۴۵)

کوئی چیز اللہ کے ذکر سے افضل نہیں۔

جب کوئی شخص کسی شیخ کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دیتا ہے تو شیخ کامل اسے ذکر الٰہی کی تلقین کرتا ہے تا کہ اس کی باطنی کثافتیں مصفا ہوں اور بتدریج رب تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف قبولیت پائے۔ مناسب ہے کہ یہاں پر ذکر الٰہی کے فضائل قرآن اور حدیث سے پیش کئے جائیں تا کہ یہ سالکین اور عاشقین کا جذبہ ذکر مزید بڑھے۔

فضائل ذکر قرآن پاک سے:

"فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ"۔

(سورۃ بقرہ آیت ۱۵۲)

تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد کیا کروں گا اور شکر ادا کرو میرا اور میری ناشکری نہ کیا کرو۔

عارف باللہ حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں یوں

رقمطراز ہیں:

جبکہ معارف کے حاصل کرنے کا طریقہ صرف القاءاور انعکاس ہے اور ذکر الٰہی اور مراقبہ ہے دل میں یہ استعداد پیدا ہوتی ہے کہ وہ حضور پاک ﷺ کے پُرنور سینے سے بلاواسطہ یا بالواسطہ فیضان والقاء قبول کر سکے اس لئے حکم دیا کہ میرا ذکر کیا کرو۔ کثرت ذکر سے ہی تم اس مقام پر فائز کئے جاؤ گے جہاں انوار تجلیات کی بے محابا بارش ہوتی ہے اور دوری کے حجابات یکسر الٹ دیئے جاتے ہیں تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا کیا اس سی بڑھ کر بھی بندے کی کوئی عزت افزائی ہو سکتی ہے کہ اس کا مالک وخالق اس کو اپنی یاد سے سرفراز فرماتا ہے۔

"وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ"۔

(ال عمران آیت ۴۱)

اور یاد کرو اپنے پروردگار کو بہت اور پاکی بیان کرو اس کی صبح اور شام۔

"وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ"۔

(العنکبوت آیت ۴۵)

اور واقعی اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑا ہے۔

ضیاء الامت حضرت پیر کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں جس کو یہ سعادت حاصل ہو گئی اور جس کو یہ نعمت دی گئی گویا اس نے سب کچھ پالیا۔ حضور پاک ﷺ ایک روز تشریف لائے تو اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حلقہ بنائے ہوئے ملاحظہ فرمایا پوچھا کیوں اس طرح سے بیٹھے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ ہم اس لئے بیٹھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور جو اس نے ہمیں اسلام کی دولت سے مالا مال فرمایا اس کے اس احسان پر اس کا شکریہ ادا کریں حضور پاک ﷺ نے

فرمایا اے اللہ کے ذکر و شکر کے لئے بیٹھنے والو اللہ تعالیٰ تم پر فرشتوں سے فخر کر رہا ہے۔

(ضیاء القرآن)

"یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا"۔

(الاحزاب)

اے ایمان والو یاد کیا کرو اللہ تعالیٰ کی کثرت سے۔

جس رب کریم نے تمہیں اپنے محبوب کا امتی بننے کا شرف بخشا ہے اس کی اس نعمتِ عظمیٰ پر شکر ادا کرنے کے لئے کثرت سے اس کا ذکر کیا کرو تمہارے دن کا آغاز اور انتہاء اس کی پاکی بیان کرنے میں ہو۔

(ضیاء القرآن)

"اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ"۔

(الرعد آیت ۲۸)

یعنی جو لوگ ایمان لائے اور مطمئن ہوتے ہیں جن کے دل اللہ کے ذکر سے دھیان سے سنو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں۔

جب تک دل میں شک کا کانٹا چبتا رہتا ہے انسان کو کسی پہلو قرار نہیں آتا اور جب یقین کا اجالا ہوتا ہے تو سارا اضطراب ختم اور ساری بے چینیاں دور ہو جاتی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ذکر الٰہی سے ہی دل میں اطمینان اور سکون پیدا ہوتا ہے یہ وہ نور ہے جس سے شبہات کے اندھیرے بھاگ جاتے ہیں اور یہ وہ غذا ہے جس سے روح کو تقویت ملتی ہے اور انسان میں نیکی کی مضمر صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں اس سے انسان میں وہ جلال اور قوت پیدا ہوتی ہے جس سے شیطان پر لرزہ طاری ہوتا ہے اور اس کے منصوبے خاک میں مل جاتے ہیں دنیا کی ساری نعمتوں میں اطمینان قلب سب سے عظیم نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول

سے مراد صوفیاء کرام ہی ہیں۔

(مظہری ضیاء القرآن)

ذکر کے فضائل احادیث مبارکہ کی روشنی میں:

"عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ الا انبئکم بخیر اعمالکم واذ کاھا عند ملیککم وارفعھا فی درجاتکم وخیرلکم من انفاق الذھب والورق وخیرلکم ان تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقھم ویضربوا اعناقکم قالوا بلی قال ذکر اللہ"۔

(ترمذی، ابن ماجہ، حاکم)

حضور ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو بہت زیادہ بلند کرنے والی اور سونا چاندی اللہ کے راہ میں خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور جہاد میں تم دشمنوں کو قتل کرو اور وہ تمہیں قتل کریں اس سے بھی بڑھی ہوئی ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی ضرور بتائیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

تشریح:

ذکر کا سب سے افضل ہونا ثابت ہو رہا ہے اس لئے کہ ہر عبادت اسی وقت عبادت ہوسکتی ہے جب اخلاص سے ہو اور اس کا مدار دلوں کی صفائی پر ہے اسی وجہ سے بعض صوفیاء کرام نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ذکر سے مراد ذکر قلبی ہے نہ کہ زبانی ذکر اور ذکر قلبی یہ

ہے کہ دل ہر لحہ اپنے رب کے ساتھ وابستہ ہو جائے اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ حالت ساری عبادتوں سے افضل ہے اس لئے جب یہ حالت ہو جائے تو پھر کوئی عبادت چھوٹ نہیں سکتی کہ سارے اعضاء ظاہرہ و باطنہ دل کے تابع ہیں کہ جس کے ساتھ دل وابستہ ہو جائے سارے اعضاء ہی اس کے تابع ہو جاتے ہیں کہ عشاق کے حالات سے کون بے خبر ہے۔

"عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال لیذکرن اللہ اقوام فی الدنیا علی الفرش الممھدۃ یدخلھم اللہ فی الدرجات العلی"۔

(اخرج ابن حبان)

حضور پاک ﷺ کا ارشاد مبارکہ ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ دنیا میں نرم نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں جن کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ جنت کے اعلیٰ درجات میں ان کو پہنچا دیتا ہے۔

یعنی دنیا میں مشقتیں جھیلنا صعوبتیں برداشت کرنا آخرت کے رفع درجات کا سبب ہے اور جتنے بھی دینی امور میں یہاں مشقت اٹھائے گا اتنا ہی بلند مرتبوں کا مستحق ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کے مبارک ذکر کی یہ برکت ہے کہ راحت و آرام سے نرم بستروں پر بیٹھ کر بھی کیا جائے تب بھی رفع درجات کا سبب ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں ایک ان میں سے صرف ذاکرین کے لئے ہے ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کثرت سے کرے وہ نفاق سے بری ہے۔

"عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ مثل الذی یذکربہ والذی لایذکر بہ مثل الحی والمیت"۔

(مشکوۃ، بخاری)

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردے کی سی ہے کہ ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مردہ ہے۔

زندگی ہر شخص کو محبوب ہے اور مرنے سے ہر شخص گھبراتا ہے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا وہ زندہ بھی مردہ کے حکم میں ہے اس کی زندگی بھی بے کار ہے:

زندگانی بھی نتوان گفت حیات کہ مراست
زندہ آنست کہ بادوست وصالے دارد

یعنی وہ زندگی ہی نہیں جو میری ہے زندہ وہ ہے جس کو دوست کا وصال حاصل ہو۔

بعض علماء نے فرمایا ہے یہ دل کی حالت کا بیان ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اس کا دل زندہ رہتا ہے اور جو نہیں کرتا اس کا دل مرجاتا ہے صوفیاء کرام کہتے ہیں کہ اس سے ہمیشہ کی زندگی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے اخلاص کے ساتھ کرنے والے مرتے ہی نہیں بلکہ وہ اس دنیا سے منتقل ہونے کے بعد بھی زندوں کے حکم میں رہتے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں شہید کے متعلق وارد ہوا ہے:

"بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ "۔

(آل عمران آیت ۱۶۹)

اس طرح ان کے لئے بھی ایک خاص قسم کی زندگی ہے۔

"عن ابی موسی رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ لو ان رجلا فی حجرہ دراھم یقسمھا واخر یذکر الله لکان الذاکر الله افضل"۔

(اخرج الطبرانی)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ ان کو تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو تو ذکر کرنے والا افضل ہے۔

توضیح:

یعنی اللہ کے راستے میں خرچ کرنا کتنی بڑی چیز کیوں نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی یاد اس کے مقابلے میں افضل ہے پھر کس قدر خوش نصیب ہے وہ مالدار جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والا بھی ہو اور اسے اللہ تعالیٰ نے ذکر کرنے کی بھی توفیق دی ہو ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے بھی روزانہ بندوں پر صدقہ ہوتا رہتا ہے اور ہر شخص کو اس کی حیثیت کے موافق کچھ نہ کچھ عطا ہوتا رہتا ہے لیکن کوئی عطا اس سے بڑھ کر نہیں کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی توفیق نصیب ہو جائے۔

ایک حدیث مبارک میں ہے کہ زمین کے جس حصے پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے وہ حصہ نچلے ساتوں زمینوں پر فخر کرتا ہے۔

"عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا قال وما ریاض الجنة قال حلق الذکر"۔

(اخرج احمد و ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں پر گزرو تو خوب چرلیا کرو کسی نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ جنت کے باغات کیا ہیں؟ فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

مقصود یہ ہے کہ کسی خوش قسمت کی ان مجالس اور ان حلقوں تک رسائی ہو جائے تو اس کو غنیمت سمجھنا چاہیئے کہ یہ دنیا ہی میں جنت کے باغ ہیں۔ اور (خوب چرو) سے اس

طرف اشارہ فرمایا کہ جیسے جانور کسی سبزہ زار یا کسی باغ میں چرنے لگتا ہے تو ہٹانے سے نہیں ہٹتا بلکہ مالک کے ڈنڈے بھی کھاتا ہے لیکن ادھر سے منہ نہیں موڑتا اسی طرح ذکر کرنے والے کو بھی دنیاوی تفکرات اور موانع کی وجہ سے ادھر سے منہ نہیں موڑنا چاہئے اور جنت کے باغ اس لئے فرمائے کہ جیسے کہ جنت میں کسی قسم کی آفت نہیں ہوتی اسی طرح یہ مجالس بھی آفات سے محفوظ رہتی ہیں۔

ایک حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر دلوں کی شفاء ہے یعنی دل میں جس قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں مثلاً تکبر، حسد، کینہ، ریاء وغیرہ سب ہی امراض کا علاج ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ مجلسوں کا حق ادا کیا کرو اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔

ذکر بالجھر یا ذکر لسانی :

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا بھی بلاشبہ شرعاً جائز و درست ہے جیسا کہ ایک حدیث مبارکہ میں روایت ہے:

"عن عبد اللہ بن بسیر ان رجلا قال یارسول اللہ ان شرائع الاسلام قد کثرت علی فاخبرنی بشیء اتشبت بہ قال لایزال لسانك رطبا من ذکر اللہ"۔

(رواہ ترمذی)

عبداللہ بن بسیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ ﷺ اسلام کے احکام مجھ پر بہت ہیں آپ ﷺ مجھے کسی ایسی بات کی خبر دیں جس پر میں بھروسہ کرسکوں تو آپ ﷺ نے فرمایا تیری زبان خدا کی یاد

سے ہمیشہ تر رہے۔

(ترمذی)

ذکر بالجہر کی ایک دلیل حق سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول بھی ہے:

"فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا"۔

(البقرۃ آیت۲۰۰)

تم اللہ کو یاد کرو جس طرح اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ ذکر الٰہی کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نماز کے ختم ہونے کا پتہ مجھے یوں چلتا تھا کہ لوگ اختتام نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرتے تھے اسے بخاری نے روایت کیا۔ (واللہ اعلم)

(لمعات شرح مشکوۃ ج۳ص۳۹۴)

اقسام الذکر:

واضح ہو کہ ذکر دو طرح کا ہوتا ہے دل سے اور زبان سے۔ افضل ذکر وہ ہے جو زبان اور دل دونوں سے ہو اور اگر ان میں سے صرف ایک سے ہو تو پھر دل سے ذکر بہت افضل ہے۔

ذکر قلبی یا ذکر خفی:

مشائخ طریقت کے نزدیک ذکر کی دو قسمیں ہیں ذکر قلبی و ذکر لسانی۔ ذکر قلبی کا اثر بڑا قوی، بہت عظیم اور بہت زیادہ ہے اس ذکر کی نسبت جو صرف زبان سے ہوتا ہے بلکہ در حقیقت ذکر قلبی ہی ذکر ہے کیوں کہ ذکر کی حقیقت ان مشائخ کرام کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے سوا ہر چیز کو مکمل طور پر فراموش کر دینا ہے۔

ذکر قلبی یا خفی کا ثبوت قرآن کی روشنی میں:

"وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً"۔

(اعراف آیت ۲۰۵)

اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو زاری اور ڈر سے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تبلیغ وحی کا حکم دینے کے بعد متصل ہی اس آیت میں حکم دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"بان یذکر ربه فی نفسه والفائدة فیه ان انتفاع الانسان بالذکر انما یکمل اذ وقع الذکر بھذا الصفة لانه بھذا شرط اقرب الی الاخلاص وتضرع"۔

(حاشیہ تفسیر کبیر جلد نمبر ۶ ص ۵۰۳)

کہ آپ ﷺ اپنے پروردگار کو دل میں یاد کریں اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ آدمی ذکر سے مکمل طور پر مستفید اس صورت میں ہوسکتا ہے جب ذکر میں یہ صفت پیدا ہو جائے کیوں کہ اس شرط یعنی ذکر قلبی سے ذکر کرنا اخلاص اور تضرع سے زیادہ قریب ہے۔

ذکر خفی مبتدی کو ریاء وسمع سے محفوظ رکھتا ہے اور منتہی کیلئے ماسوائے اللہ کی محبت سے انقطاع کل فنا فی المذکور کا فائدہ دیتا ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"من عرف الله کل لسانه"۔

جسے معرفت حاصل ہوتی ہے اللہ کی اس کی گفتگو کم ہو جاتی ہے۔

(لمعات شرح مشکوۃ جلد دوم)

ذکرِ خفی کی فضیلت حدیث مبارکہ میں:

"عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول خیر الذکر خفی"۔

(الترغیب جلد۲ ص۱۶۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بہترین ذکر ذکرِ خفی ہے۔

عبادت کا مقصود قبولیت ہے اور قبولیت کا انحصار اخلاص پر ہے اور ذکرِ خفی میں سب سے زیادہ اخلاص پایا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام کی کثرت نے ذکرِ خفی پر مواظبت کی ہے اور جن سلاسل میں سالک کی تربیت کے لئے ذکرِ جہر یا ذکرِ لسانی کرایا جاتا ہے وہ صرف مبتدی کیلئے ہے منتہی کے لئے ان کے ہاں بھی خفی پر زور دیا جاتا ہے۔

باب نمبر ۱۵:

باب بیان لطائف

تعارف:

جسم انسانی میں وہ مواضع ہیں جن پر انوار واسرار اور فیوض و برکات الٰہیہ کا نزول ہوتا ہے گویا یہ لطائف اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کے مختلف راستے ہیں اور راستہ ایک اولوالعزم رسول ﷺ کے زیر قدم ہے انسانی جسم میں ان کی نورانیت زائل ہوگئی ہے اس لئے سالکین ذکر کرنے کے ذریعے دوبارہ ان کو نورانی بنالیتے ہیں۔

(البینات شرح مکتوبات)

لطیفہ انسان کے جسم میں وہ لطیف جوہر ہے جو مادے سے خالی ہوتا ہے اور یہ مخزن نور ہوتا ہے اس کو نفس ناطقہ بھی کہتے ہیں انسانی جسم میں کل دس لطائف ہیں جن کی تفصیل آگے آئے گی ان لطائف کا اصل مقام فوق العرش ہے لیکن جسم انسانی کے ساتھ ان کا ایک لطیف تعلق قائم ہے جس کی تطہیر سے سالکین کو عالم امر میں روحانی سیر وعروج نصیب ہوتا ہے۔

صوفیائے محققین کے نزدیک لطائف کے انوار کے رنگوں میں جو اختلاف ہے وہ مکشوفات کے اعتبار سے اختلاف ہے لہذا لطائف کے انوار کو رنگوں کے ساتھ مخصوص ومقصود ومقید جاننا لازم نہیں کیوں کہ مقصود دائمی ملکہ ذکر ہے نہ کہ رنگ ونور البتہ اگر لطائف کے رنگ کبھی ظاہر بھی ہوں تو مضائقہ نہیں۔

(البینات شرح مکتوبات)

ہر دس قسم کے لطائف میں سے پانچ کا تعلق عالم امر سے ہے اور پانچ کا عالم خلق سے عالم امر سے مراد فوق العرش ہے اور عالم خلق سے مراد تحت العرش ہے عالم امر کے لطائف قلب، روح، سیر، خفی، اخفی کے اصل عرش مجید پر ہیں اور لامکانیت سے تعلق رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان جواہر مجردہ کو انسانی جسم میں چند مقامات پر امانتاً رکھا ہے دنیاوی تعلقات و مشغولیت اور نفسانی خواہشات کی وجہ سے یہ لطائف اپنے اصول (اصلی مرکز) کو بھول جاتے ہیں اور ظلماتی حجابات کی وجہ سے ان کی اصلیت بالکل تلپٹ ہو جاتی ہے۔

لیکنؒ جب کسی پر اللہ رب العزت کی رحمت ہوتی ہے اور اس کے فضل و کرم سے کسی شیخ کامل کی توجہ میسر آ جاتی ہے تو یہ لطائف اپنے اصل سے آگاہ ہو جاتے ہیں ان کا میلان اس طرف ہو جاتا ہے موجودہ ظلماتی دور میں کیوں کہ طالبین کی ہمتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں اس لئے حضرات نقشبندیہ بجائے بڑی بڑی ریاضتوں اور کھٹن مشقتوں کے اور سخت مجاہدوں کے ذکر تعلیم فرماتے ہیں اور اتباع سنت اور اجتناب از بدعت اور امر و نواہی کی پابندی کا حکم دیتے ہیں اور خود اپنی خصوصی توجہ اور فیض سے سالک کی مدد کرتے ہیں۔ شیخ کی توجہ سے ہزاروں سال کی مسافت لمحوں میں طے ہو جاتی ہے قلب انسانی جو کہ کثرت عصیان اور تعلقات ماسوی کی وجہ سے سیاہ ہو گیا ہوتا ہے ذکر اور شیخ کی توجہ سے روشن ہونا شروع ہو جاتا ہے جب تمام قلب منور ہو جاتا ہے تو اس کو اپنا اصلی وطن جس کو وہ اس ظلمات جس میں اکر بھول گیا تھا یاد آتا ہے اور اپنی اصل کی جانب جو کہ فوق العرش ہے پرواز کرتا ہے اور رفتہ رفتہ اپنے اصل میں جا کر ضم ہو جاتا ہے یہی کیفیت دوسرے لطائف کی ہوتی ہے۔

عالم امر اور عالم خلق دونوں عالم دائرہ امکان میں داخل ہیں یہاں پر ہم دائرہ امکان

کو سالکین کے لئے واضح کر دیتے ہیں تاکہ سمجھنے میں آسانی رہے:

دائرہ امکان



امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوب نمبر ۵۸ میں لکھتے ہیں میرے مخدوم یہ راستہ جس کو ہم طے کرنے کے درپے ہیں انسان کے سات لطیفوں کی تعداد کی مطابق کل سات قدم ہیں دو قدم عالم خلق کے جو قالب (جسم عنصری) اور نفس سے تعلق رکھتے ہیں اور پانچ قدم عالم امر سے ہیں جو قلب، روح، سر، خفی، اخفی کے ساتھ وابستہ ہیں اور ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم میں دس ہزار (۱۰،۰۰۰) پردے پھاڑنے پڑتے ہیں خواہ وہ پردے نورانی ہوں یا ظلماتی ہوں۔

(مکتوبات امام ربانی)

سات قدموں سے مراد لطائف ہیں جن میں سے دو قدم عالم خلق میں سے ہیں یعنی لطیفہ قالب (عناصر اربعہ) پر مشتمل ہے اور دوسرے قدم سے مراد لطیفہ نفس کا طے کرنا ہے اور عالم امر اور اسی سے تعلق رکھنے اور پانچ قدموں سے مراد عالم امر اور اس کے پانچ لطائف ہیں اور یہ قلب، روح، سر، خفی اور اخفی ہیں۔

مشکوۃ شریف میں حدیث وارد ہے:

"قال جبرائیل یا محمد ﷺ انی دنوت من اللہ دنواً مادنوت منہ قط قال و کیف کان یا جبرائیل علیہ السلام قال کان بینی وبینہ سبعون الف حجاب من نور"۔

(رواہ مشکوۃ باب آداب مسجد)

جبرائیل علیہ السلام نے کہا اے محمد ﷺ میں اللہ تعالیٰ کے اس قدر نزدیک ہوا کہ آج تک کبھی اتنا نزدیک نہیں ہوا آنحضرت ﷺ نے کہا کیسے اے جبرائیل علیہ السلام کہا میرے اور اس کے درمیان ستر ہزار نور کے پردے تھے۔

جب بندہ اخلاص نیت کے ساتھ کسی مرشد کامل کی رہنمائی میں وصول الی اللہ کی منزل میں قدم رکھتا ہے تو ان سات قدموں میں سے ہر قدم پر دس ہزار (۱۰،۰۰۰) حجابات اٹھائے جاتے ہیں حتی کہ آخری قدم تک ستر ہزار حجابات اٹھائے جاتے ہیں۔

(البینات شرح مکتوبات)

واضح ہو کہ حجابات ظلماتی سے مراد غفلت کے پردے ہیں اور حجابات نورانی سے مراد اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے پردے ہیں پردے اٹھنے کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ ہر قدم پر اپنے آپ سے دور ہو اور حق تعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے یعنی نفس و آفاق کی کثافتیں اور

کدورتیں دور ہو جاتی ہیں اور بندہ قرب خداوندی کی منزلوں میں گم ہو جاتا ہے یہاں تک کہ ولایت خاصہ کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔(وذالك الفوز العظيم)

ذیل میں ہم ان لطائف کے بارے میں مزید وضاحت پیش کرتے ہیں تاکہ سمجھنے میں آسانی رہے:

لطیفہ قلب:

یہ عالم امر کا پہلا لطیفہ ہے اور سلسلہ نقشبندیہ کا پہلا سبق بھی ہے لطیفہ قلب کا مقام انسان کے جسم میں بائیں پستان کے دوانگشت نیچے ہے اس کی فناء پر اللہ تعالیٰ کی تجلی فعلیہ کا ظہور ہوتا ہے اس کے فناء کی علامت ذکر کے وقت ماسوائے اللہ تعالیٰ کا نسیان اور ذات حق کے ساتھ محویت ہے اگرچہ تھوڑی دیر کے لئے ہو اس کی تاثیر دفع غفلت اور دفع شہوت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اس کا نور زرد ہے اور یہ حضرت آدم علیہ السلام کے زیر قدم ہے۔اس کے نور کا رنگ ہلکا پیلا ہے۔

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے لطیفہ قلب کا ثبوت:

"يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَال" وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ"۔

(الشعراء)

جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے مگر وہ شخص جو لے آیا اللہ تعالیٰ کے حضور قلب سلیم۔

"اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ"۔

(الرعد آیت ۲۸)

دھیان سے سنو اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں۔

"قال رسول اللہ ﷺ لکل شیء صقالہ وصقالۃ القلوب ذکر اللہ"۔

(مشکوۃ المصابیح ص ۲۰۱)

ہر ایک چیز کو صاف کرنے والی ایک چیز ہوتی ہے اور دل کو صاف کرنے والا اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

"الشیطان جاثم علی قلب ابن آدم فاذا ذکر اللہ خنس واذا غفل وسوس"۔

(بخاری، مشکوۃ)

شیطان قلب ابن آدم پر جما ہوا بیٹھا رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب غافل ہوتا ہے تو یہ وسوسے ڈالتا ہے۔

لطیفہ روح:

یہ عالم امر کا دوسرا لطیفہ ہے اور نقشبندیہ کا دوسرا سبق، لطیفہ روح کا مقام انسان کے سینے میں دائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر ہے اس کے ذکر کے وقت کیفیات ذکر قلبی روحی میں اضافہ ہے اس کی تاثیر غصے کی کیفیت میں اعتدال اور طبیعت میں اصلاح وسکون کی کیفیت کا ظہور ہے اس کے نور کا رنگ سرخ ہے اور یہ حضرت نوح وابراہیم علیہما السلام کے زیر قدم ہے روح جسم لطیف ہے اور یہ جسم عنصری کا مخالف ہے۔

حضرت ابو قاسم سہلی رحمۃ اللہ علیہ روض الانف جلد اول صفحہ ۱۹۸ میں فرماتے ہیں کہ روح کی پیدائش اس چیز سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور وہ نفخ ہے جو مضاف فرشتہ کی طرف ہے جیسا کہ حدیث مسلم میں ہے مگر ریح یعنی ہوا کے جنس سے ہے اس وجہ سے اس کو روح

سے موسوم کرتے ہیں جو ریح سے مشتق ہے نفخ ملک کے معنی میں ہے لفظ روح صاحب واؤ ہے اس وجہ سے اس کی جمع ارواح آتی ہے روح پر ضمہ ہے کہ وہ جسم نورانی ہے اور ہوا تو جسم متحرک ہے۔

معلوم ہوا کہ ملائکہ کے نفخ سے روح کی پیدائش ہوتی ہے اور ملائکہ نور سے ہیں اس لئے روح ملائکہ سے زیادہ لطیف ہوئی جیسے کہ انسانی جسم عنصری ہے انسان کا سانس اس کے جسم سے زیادہ لطیف ہے اس طرح ملائکہ کا سانس ان کے جسم سے زیادہ لطیف ہوا۔

لطیفہ سر:

عالم امر کے تیسرے لطیفے سر کا مقام انسان کے سینے میں بائیں پستان کے برابر دوانگشت کے فاصلے پر اوپر کی جانب واقع ہوتا ہے اس کی فناء لطیفہ سر پر اللہ تعالیٰ کی صفات کے شیونات واعتبارات کا ظہور ہے یہ مشاہدے اور دیدار کا مقام ہے اس کی تاثیر طمع اور حرص کے خاتمے نیز دینی امور کے معاملے میں بلا تکلف مال خرچ کرنے اور فکر آخرت کے جذبات کی بیداری سے ظاہر ہوتی ہے اس کے نور کا رنگ سفید ہے اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہے۔

لطیفہ خفی :

عالم امر کے چوتھے لطیفے خفی کا مقام انسان کے سینے میں دائیں پستان کے اوپر دوانگشت کے فاصلے پر ہے اس کی فناء صفات سلبیہ تنزیہیہ کا ظہور ہے اس میں عجیب وغریب احوال کا ظہور ہوتا ہے اس کے نور کا رنگ سیاہ ہے اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہے اس لطیفے کے ذاکر ہونے سے انسان کے اندر سے عجب اور خودنمائی اعتدال پر آتی ہے۔
(البیان شرح مکتوبات)

"وعن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال سمعت عن رسول اللہ

ﷺ یقول خیر ذکر الخفی"۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بہترین ذکر، ذکر خفی ہے۔

لطیفہ اخفی:

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا پانچواں لطیفہ جو عالم امر سے ہے اور اس لطیفے کا مقام جسم انسانی میں وسط سینہ ہے اس کی فنا مرتبہ تنزیہہ اور مرتبہ احادیث مجردہ کے درمیان ایک برزخی مرتبے کے ظہور و شہود سے وابستہ ہے اور یہ ولایت محمدی صاحبہا التسلیمات کا مقام ہے۔

اس کی علامت اس لطیفہ میں بلا تکلف ذکر کا جاری ہونا اور قرب ذات کا احساس و شہود ہے اس کی تاثیر فخر و غرور اور خود پسندی جیسی مہلک روحانی امراض سے رہائی پانا اور مکمل حضور اور اطمینان کے حصول سے ظہور پذیر ہوتی ہے اس کے نور کا رنگ سبز ہے اور یہ لطیفہ حضرت محمد ﷺ کے زیر قدم ہے۔

لطائف عالم خلق

لطیفہ نفسی:

سلوک نقشبندیہ کا چھٹا سبق لطیفہ نفس کا ذکر ہے اور یہ عالم خلق کا پہلا لطیفہ ہے سلسلہ نقشبندیہ میں اس کا مقام پیشانی کے اوپر بالوں کی جڑ ہے بعض کے نزدیک اس کا مقام زیر ناف ہے اگرچہ بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے لیکن ارباب عرفان کے نزدیک ابتداء اور انتہاء کا فرق ہے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے قولین کے درمیان تطبیق فرمائی ہے کہ اس کا سرام الدماغ یا وسط پیشانی ہے اس کا قدم متصل زیر ناف ہے اہل کشف کے ہر دو مقام نفس کے لحاظ سے برابر ہیں اس کے نور کا رنگ خاکی ہے اس کی تاثیر نفسانیت اور سرکشی کا مٹ جانا، عجز اور انکساری کا مادہ پیدا ہونا اور ذکر میں ذوق وشوق بڑھ جانے سے ظاہر ہوتا ہے۔

نفس پر قرآن پاک سے دلائل:

"وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى"۔

(النازعات)

اور جو ڈرتا ہوگا اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے اور اپنے نفس کو روکتا رہا ہوگا ہر بری خواہش سے یقیناً جنت ہی اس کا ٹھکانا ہوگا۔

نفوس اپنے اپنے کیفیت کے مطابق سات (۷) قسم کے ہیں:

۱۔ نفس امارہ۔ ۲۔ نفس لوامہ

۳۔ نفس ملہمہ ۴۔ نفس مطمئنہ

۵۔ نفس راضیہ ۶۔ نفس مرضیہ

۷۔ نفس کاملہ

"وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌ"۔

(یوسف آیت ۵۳)

اور میں تو اپنے نفس سے برات کا اعلان نہیں کرتا بے شک نفس تو برائیوں کی طرف ہی کھینچ کر لے جانے والا ہوتا ہے۔

"وَلَآ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَۃِ"۔

(سورۃ القیامۃ آیت ۲)

اور قسم ہے نفس لوامہ کی۔

"یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً"۔

(الفجر آیت ۲۸)

اے نفس مطمئنہ واپس چلو اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی ہو۔

ایک حدیث مبارکہ میں یوں آتا ہے کہ:

"وقال رسول اللہ ﷺ ولمجاھد من جاھد نفسه فی طاعة اللہ تعالیٰ"۔

(مشکوۃ باب الطاعۃ)

حقیقی مجاہد وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت میں اپنے نفس سے مجاہدہ کیا۔

نفس امارہ:

اس کی صفات میں بخل، کنجوسی، حرص، طمع، لالچ، بدی، شہوات پرستی، بیوقوفی، بغض، کینہ، حسد، عناد، جہالت، غفلت، سستی، کاہلی، چغل خوری، غیض وغضب اور غیبت وغیرہ شامل ہیں۔

نفس لوامہ:

یہ دوسرے درجے کا نفس ہے انسان جب نفس امارہ کے دائرے سے نکل آتا ہے تو لوامہ کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے اس مقام پر دل میں ورہ پیدا ہوتا ہے جو باطنی طور پر ہدایت کا باعث بنتا ہے جب اس مقام پر انسان غلطی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کا نفس اسے فوری طور پر سخت ملامت کرنے لگتا ہے اسی وجہ سے اسے لوامہ یعنی سختی سے ملامت کرنے والا کہتے ہیں۔

اس کی صفات میں حلال کی جانب رغبت، لوگوں کے لئے نفع بخش بننا، لغویات سے گریز وغیرہ شامل ہے لیکن اس درجے تک بلند ہونے کے باوجود نفس لوامہ میں بعض ناپسندیدہ صفات موجود رہتی ہیں جیسے کہ مکر وفریب، خود بینی، حرص وہوس خود پسندی، تکبر، اعتراض وغیرہ شامل ہیں جن کا تزکیہ بھی ضروری ہے۔

نفس ملھمہ:

یہ تیسرے قسم کا نفس ہے جب انسان نفس لوامہ کے دائرہ سے نکل آتا ہے تو ملہمہ کے مقام پر فائز ہوتا ہے یہ دل میں نیکی اور طاعت کے خیالات ڈالتا ہے یعنی الہام کے عمل کے باعث اسے ملہمہ کہتے ہیں جس طرح نفس لوامہ اپنے داخلی نور کے باعث بدی سے نفرت پیدا کرتا ہے اس طرح نفس ملہمہ اپنے داخلی نور کے فیض سے دل اور طبیعت میں نیکی

اور تقوی کی رغبت پیدا کرتا ہے اور نیک خیالات کو اچھے خوابوں کی صورت میں ظاہر بھی کرتا ہے اس سے نیکی کی طرف طبیعت کے میلان اور شوق میں مزید اضافہ ہوتا ہے طبیعت نیکی سے اس طرح مانوس ہو جاتی ہے کہ نیکی کے ترک کرنے سے اس میں مایوسی اور غم کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس کا ازالہ پھر اعمال صالحہ کے ذریعے ہوتا ہے۔

(سلوک وتصوف)

اس کی نمایاں صفات میں سے قناعت، سخاوت، علم وتواضع وانکساری، توبہ، صبر، تحمل وبرداشت اور خلوص ہیں گویا اس مقام پر نفس کی صفات میں سے قناعت سخاوت علم وتواضع وانکساری، توبہ، صبر وتحمل وبرداشت اور خلوص ہیں گویا اس مقام پر نفس کی صفات میں فضائل اخلاق اور خصائل حسنہ نمایاں ہو جاتے ہیں۔

نفس مطمئنہ:

یہ چوتھا نفس ہے جو بری خصلتوں سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے اور نیک وپاکیزہ صفات سے متصف ہو جاتا ہے اور بارگاہ الٰہی سے اپنا ربط وتعلق قائم کر کے حالت اطمینان پر فائز ہو جاتا ہے اسی وجہ سے اسے نفس مطمئنہ کہا گیا ہے یہ اولیاء کرام کا نفس ہے اور یہی ولایت صغریٰ کا مقام ہے اس کی تحقیق سے فناء فی الرسول ﷺ کا مقام نصیب ہوتا ہے۔

نفس راضیہ:

یہ پانچویں قسم کا نفس ہے بعض مشائخ کرام نے نفس مطمئنہ کے بعد بقیہ نفوس کا الگ سے ذکر نہیں کیا ان کے نزدیک راضیہ، مرضیہ اور کاملہ سب نفس مطمئنہ کی ہی اعلیٰ حالتیں اور صفتیں ہیں چوں کہ ان کے خواص اور احوال سابقہ نفوس کی طرح بدلتے جاتے ہیں اس لئے انہیں بھی الگ اقسام کے بجائے نفس کو ایک ہی مانا ہے۔

نفس مرضیہ:

یہ چھٹے قسم کا نفس ہے اور یہی نفس کا سب سے کامل درجہ ہے جب نفس انسانی ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے راضی رہنے لگتا ہے اور اس کے مقام رضاء میں لغزش یا تزلزل نہیں آتا تو مقام کی یہی استقامت اسے مرضیہ کے درجے پر فائز کر دیتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے اس قدر راضی ہیں کہ وہ جو کہے گا وہی کر دیا جائے گا مرضیہ کا بیان بیعت رضوان میں شامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں بھی آیا ہے۔

اس کی صفات میں نرمی، لطف و کرم، جملہ اخلاق حسنہ، قرب الٰہی اور متابعت محمدی ﷺ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

نفس کاملہ:

یہ ساتویں قسم کا نفس ہے اس نفس کی صفات میں سے سچائی، ایفائے عہد، فرماں برداری، مددگاری، عبادت گزاری، حق و نسبت، عہدیت اور نسبت محمدیت ﷺ دونوں میں کمال درجہ کا پایا جانا ہے اس نفس کی مثالی صورتوں میں سے بارش، برف، ندی، نہر، دریا، چشمے کا خواب میں دیکھنا ہے ان کی تعبیرات میں سے یہ ہے کہ یہ سب راہ حق کے کھل جانے کی علامت ہیں۔

(سلوک تصوف ص ۱۵۵)

لطیفہ قالبی:

سلوک نقشبندیہ کا ساتواں سبق ہے جبکہ یہ عالم خلق کا بظاہر دوسرا لطیفہ ہے لیکن درحقیقت چاروں لطائف: ''آگ، مٹی، ہوا، پانی'' پر مشتمل ہے اس کا مقام وسط دماغ ہے لیکن بعض کے نزدیک اس کا مقام سارا قالب (جسم) ہے اور بعض کے نزدیک متصل ناف ہے اس کی تاثیر بر ذائیل بشریہ اور علائق دنیویہ سے مکمل رہائی پا لینے سے ظاہر ہوتی ہے اس کا

نور آتشی ہے۔

ان لطائف میں سے ہر لطیفہ کا نور رنگ الگ ہے چنانچہ لطیفہ قلب کا نور زرد ہے لطیفہ روح کا نور سرخ ہے لطیفہ سر کا نور سفید، لطیفہ خفی کا نور سیاہ، اخفی کا نور سبز، نفس کا نور خاکی اور قالبی کا نور آتشی ہے ہر لطیفہ کسی نہ کسی اولوالعزم پیغمبر ﷺ کے زیر قدم ہے یعنی اس لطیفے کا فیض اللہ تعالیٰ کی جانب سے بواسطہ اس پیغمبر ﷺ کے ملتا ہے۔

لطیفہ قلب حضرت آدم، روح حضرت نوح وابراہیم، سر حضرت موسیٰ، خفی حضرت عیسیٰ علیہم السلام، اخفی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے زیر قدم ہے۔

فصل نفی اثبات

سلسلہ عالیہ مجددیہ نقشبندیہ کے سات اسباق (لطائف عشرہ) کے مکمل ہونے کے بعد آٹھواں سبق نفی اثبات کا ہے جبکہ سلسلہ عالیہ قادرہ وسہروردیہ کا پہلا سبق ہے جس میں نفی ماسوائے حق کی اور اثبات حقانیت حق کی کرتا ہے اس کا طریقہ کار یوں ہے کہ سالک سانس بند کر کے کلمہ ''لا'' کو ناف سے شروع کر کے لطیفہ قالبی تک لاتا ہے اور ''الہ'' کو دائیں کندھے تک اور ''الا اللہ'' کی ضرب زور سے قلب (یعنی پہلے سبق) پر لگاتا ہے تاکہ قلب سے ماسوا کا تصور تک اس ضرب کی حرارت اور گرمی سے نکل جائے نفی اثبات کرتے ہوئے اس کی گنتی انگلیوں یا تسبیح سے کی جائے اور جب سانس تنگ ہونے لگ جائے تو طاق عدد پر سانس چھوڑ دے اور سانس چھوڑتے وقت ''محمد رسول اللہ'' تصور سے منہ ہی منہ میں ادا کرے اور یہ دعا بھی تصور میں پڑھے:

''الٰھی انت مقصود ورضاك مطلوبی اعطنی محبت ذاتك ومعرفة صفاتك''۔

اور چار معنوں میں سے ایک کا خیال ساتھ رکھے:

ا۔ لا معبود الا اللہ	۲۔ لا مقصود الا اللہ
۳۔ لا مطلوب الا اللہ	۴۔ لا موجود الا اللہ

مبتدی کیلئے معبود اور مقصود کا خیال رکھنا بہتر ہے تاکہ اس کا رجحان ''وحدۃ الوجود'' کی جانب نہ ہو جائے کہ وہ ایک تنگ کوچہ ہے۔ یہاں پر ہم نفی اثبات کا نقشہ بھی پیش کرتے ہیں تاکہ سمجھنے میں آسانی رہے۔

باب نمبر ۱۶:

فضائل نفی اثبات

"عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم الایمان بضع وسبعون شعبة فافضلها قول لا اله الا الله وادناها اماطة الاذی عن الطریق والحیاء شعبة من الایمان"۔

(مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں ان میں سے سب سے افضل "لا الہ الا اللہ" کا کہنا ہے اور ادنیٰ شاخ تکلیف دہ چیزوں کو راستے سے ہٹانا ہے اور حیاء ایمان کی ایک اہم شاخ ہے۔

"عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم جددوا ایمانکم قیل یارسول الله صلی اللہ علیہ وسلم او کیف نجدد ایماننا قال اکثروا من قول لا اله الا الله"۔

(احمد وطبرانی)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے ایمانوں کو تازہ کرتے رہا کرو۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اپنے ایمان کو تازہ کیسے کریں ارشاد فرمایا "لا الـــه الا الله" کثرت سے کہتے رہا کرو۔

اقوال علماء ومشائخ:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ قول جمیل میں اپنے والد سے نفی اثبات کے حوالے سے نقل کرتے ہیں ہمارے والد صاحب فرماتے ہیں کہ ابتداء کے سلوک میں ایک سانس میں "لاالہ الا اللہ" (یعنی نفی واثبات) دوسو مرتبہ کرتا تھا۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو ابیات باھو میں فرماتے ہیں:

الف اللہ چنبے دی بوٹی
مرشد من مرے وچ لائی ہو
نفی اثبات دا پانی ملیا
ہر رگے ہر جانی ہو

مجدد دوراں محبوب سبحانی اخندزادہ سیف الرحمٰن کے بارے میں ہدایت السالکین میں نقل ہے کہ فرماتے ہیں جب ان کے پیر ومرشد قیوم زمان مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو نفی اثبات دیا اور چند دن بعد بلا تکلف نوسو بار نفی اثبات کرتا تھا۔

باب مراقبہ:

لفظ مراقبہ ماخوذ ہے رقیب سے جس کے معنی نگہبان یا پاسبان کے ہیں جیسا کہ کلام مجید میں ارشاد ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا"۔

(النساء آیت ۱)

بیشک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ مراقبہ کی حقیقت کو تحریر کرتے ہیں کہ قلب کا رقیب کو تکتے رہنا اور اسی طرف مشغول اور ملتفت رہنا اور اس کو ملاحظہ کرنا اور متوجہ ہونا ہے محاسبی مراقبے کا

حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس کی شروع یہ ہے کہ قلب کو قرب پروردگار کا علم ہو

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ مراقبے کی تعریف یوں بیان فرماتے ہیں:

"المراقبة ان تلازم قلبك لعلم ان الله تعالیٰ ناظر الیك"۔

یعنی مراقبہ وہ ہوتا ہے کہ تو اپنے دل پر اس بات کو لازم کر لے کہ اللہ تعالیٰ تیری طرف دیکھ رہا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"ینادی یوم القیامة این اولو الالباب قالوا اولی الالباب ترید قال الذین یذکرون قیاما وقعودا وعلی جنودهم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ماخلقت هذا باطلا سبحانك فقنا عذاب النار عقدلهم لواء فاتبع القوم لوائهم وقال لهم اُدخلوها خالدین"۔

(رواہ الترغیب والترہیب)

یعنی قیامت کے دن ایک منادی اعلان کرے گا کہ عقل مند لوگ کہاں ہیں لوگ پوچھیں گے کہ عقلمندوں سے کون مراد ہیں جواب ملے گا کہ وہ لوگ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے اور آسمانوں زمینوں کے پیدا ہونے میں تفکر کرتے تھے کہ یا اللہ آپ نے یہ سب بے فائدہ تو پیدا نہیں کیا ہم آپ ہی کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہمیں جہنم کے عذاب سے بچائیے اس کے بعد ان لوگوں کے لئے ایک جھنڈا بنایا جائے گا جس کے پیچھے یہ سب جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

حدیث بالا میں غور وفکر کرنے والوں کو جنت میں داخلے کی بشارت دی گئی اس میں اگر چہ زمین وآسمان کے پیدا ہونے کے بارے میں غور وفکر کا ذکر ہے لیکن حدیث کا سیاق وسباق یہ بتا رہا ہے کہ زمین وآسمان کے پیدا ہونے پر حقیقی غور وفکر تبھی نصیب ہوگا جب اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جائے اور اس کے نتیجے میں اللہ کی معرفت حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں بے اختیار ہو کر انسان اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے لگے ورنہ زمین وآسمان کے بننے میں غور تو آج کل کی جدید سائنسی تحقیقات میں بھی ہو رہا ہے اور یہ تحقیقات کرنے والے اکثر اللہ تعالیٰ سے غافل اور بے دین ہیں تو گویا ہر وہ غور وفکر جو اللہ تعالیٰ کی معرفت کی بنیاد بنے اس فضیلت کا اطلاق ہوا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی چھت پر لیٹا ہوا تھا اور آسمان اور ستاروں کو دیکھ رہا تھا پھر کہنے لگا خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ تمہارا پیدا کرنے والا بھی کوئی ضرور ہے اے اللہ تو میری مغفرت کر دے نظر رحمت اس کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کی مغفرت کر دی گئی یہ غور وفکر بھی ایک طریقہ ذکر ہے جس میں دل کی گہرائی سے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہما کی افضل ترین عبادت کیا تھی؟ فرمایا غور وفکر۔

ایک روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل ہے کہ فرماتے ہیں کہ ایک ساعت کا غور وفکر تمام رات کی عبادت سے افضل ہے ایک اور روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک ساعت کا غور وفکر ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے (افضل عبات ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ انسان دوسری عبادات چھوڑ دے اور یہی کرتا رہے بلکہ ہر عبادت کا ایک درجہ ہے اگر فرائض واجبات اور آداب وسنن کو چھوڑ دیا جائے تو انسان

عذاب وملامت کا مستحق بن جاتا ہے)۔

عامر بن قیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سنا ہے ایک دو سے نہیں بلکہ زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سنا ہے کہ ایمان کی روشنی اور ایمان کا نور غور وفکر ہے یہی وجہ ہے کہ مراقبہ کی پابندی کرنے سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے جس سے ایمان کی حلاوت بڑھ جاتی ہے دیکھنے میں آیا ہے کہ جتنا مراقبہ کثرت سے کرتے ہیں نماز کی حضوری اعمال کا شوق، فکر آخرت اور اللہ تعالیٰ کی محبت جیسی کیفیات بڑھتی چلی جاتی ہیں۔

مراقبے سے روحانی ترقی نصیب ہوتی ہے مراقبہ کی کثرت سے سالک کو روحانی قوۃ ہوتی ہے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں مختلف مراقبات پر مبنی اسباق کا ایک سلسلہ جو سالکین کے ارواح اور نفوس کو کثافتوں سے آزاد کرا کے فوق کی طرف پرواز کراتی ہے اور اس سے اسے سبق کی مخصوص کیفیات نصیب ہوتی ہیں حتی کہ سالک کو نسبت مع اللہ کی نعمت، معیت الٰہی کا استحضار نماز کی حقیقت، اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کے فیوضات اور دیگر کمالات سے حصہ ملتا ہے لیکن یہ تمام نعمتیں مراقبہ کی پابندی اور کثرت کی وجہ سے نصیب ہوتی ہیں تاہم مراقبات کی کچھ شرائط بھی ہیں:

۱۔ مراقب کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے لباس بھی پاک صاف ہونا چاہئے۔

۲۔ مراقب عقیدہ اہل سنت کا حامل ہو ورنہ مراقبہ فائدہ نہ دے گا۔

۳۔ مراقب کسی شیخ کامل سے بیعت ہو اور مراقبہ کی اجازت شیخ کامل سے لی ہو ورنہ مراقبہ فائدہ نہ دے گا۔

۴۔ مراقبات اس سالک کے لئے تجویز کرنے چاہئے ہیں جس کے لطائف عالم امر اور عالم خلق مرشد کامل مکمل کی صحبت میں حیات پا چکے ہیں اور نفی اثبات کا عامل ہو۔

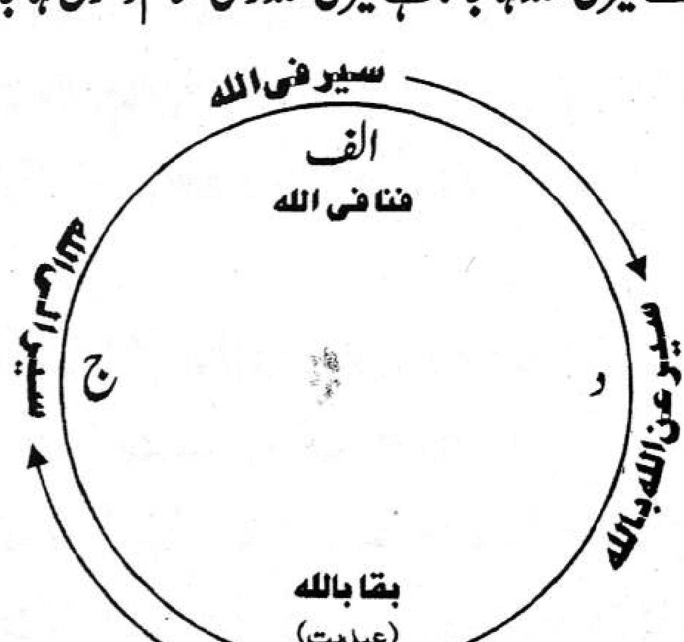
مجددیہ نقشبندیہ کے چھتیس مراقبات ہیں جن کی ترتیب اور نیتوں کے لئے معمولات سیفیہ کی جانب رجوع کریں یہاں بوجہ طوالت ذکر نہیں کیا جارہا۔

باب نمبر ۱۷:

سلوک الی اللہ میں مختلف سیروں کا بیان

سیر الی اللہ، سیر فی اللہ ، سیر عن اللہ، سیر باللہ:

سیر الی اللہ یعنی حق سبحانی وتعالیٰ تک رسائی کیلئے جب سالک اللہ تبارک وتعالیٰ کے اوامر ونواہی کی پابندی صوم وصلوٰۃ کی ادائیگی اذکار ومشاغل اور مُراقبات سے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیتا ہے تو اس کی روحانی قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اس کو روحانی پرواز کی قوت میسر آجاتی ہے اور وہ ذات باری تعالیٰ کی طرف روحانی پرواز کرنے لگتا ہے اور دی ہوئی شکل کے مطابق مقام "ب" سے مقام "الف" کی جانب جاتا ہے تو اس سفر کی سیر الی اللہ یا عروجی سفر کہتے ہیں اس سفر کے دوران صوفی کا تعلق مخلوق سے بالکل منقطع ہو جاتا ہے اور اس کی کامل توجہ اللہ تعالیٰ کی جانب ہو جاتی ہے جذب واستغراق اور قطع ماسوی سے اسے مقام "الف" تک رسائی اور فناء فی اللہ کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے اس مقام پر وہ ذات باری تعالیٰ میں پرواز کرنے لگتا ہے جسے سیر فی اللہ کہا جاتا ہے سیر فی اللہ کو ہی مقام وصول کہا جاتا ہے:



سیر الی اللہ میں عاشق کی سیر بجانب معشوق ہوتی ہے اور سیر فی اللہ میں معشوق کی عاشق کی جانب سیر ہوتی ہے اور یہ اوصاف صفات بشریہ کے فناء ہونے اور بے اختیاری سے میسر آتے ہیں اب چوں کہ ذات باری تعالیٰ کی کوئی انتہا نہیں اس لئے سالک کے پرواز کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ فنافی اللہ کے اس مقام پر مقیم ہو جانا مطلوب نہیں بلکہ "تخلقوا باخلاق الله" (اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جاؤ)۔

جیسا کہ بخاری الحبان میں حدیث قدسی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ ایسے کسی چیز کے ذریعے میرا قرب نہیں پاتا جو مجھے فرائض سے زیادہ محبوب ہو اور میرا بندہ مسلسل نفلی عبادات کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان سماع بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے میں اس کی آنکھ (نور) بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے میں اس کے ہاتھ (گرفت) بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے میں اسکے پاؤں (کی توانائی) بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں اگر وہ میری پناہ مانگے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں میں نے جو کام کرنا ہوتا ہے اس طرح متردد نہیں ہوتا جس طرح بندہ مومن کی جان لینے میں ہوتا ہوں (ایسے میں کہ) اسے موت پسند نہیں اور مجھے اس کی تکلیف پسند نہیں۔

(بخاری)

کے مطابق سالک جب حق تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ کی سماعت سے سننا اور اس کی بصارت سے دیکھتا ہے وہ خلیفۃ اللہ فی الارض کی اہلیت کا حامل ہو جاتا ہے اور مقام فنا سے نقطہ "ذ" کے ذریعے واپس مقام عبدیت یا ممکنات کی طرف لوٹتا ہے تو اس کو سیر عن اللہ باللہ کہتے ہیں نیز اسے نزولی سفر بھی کہتے ہیں اس مقام پر واپس لوٹ کر

سالک منصب خلافت پر متمکن ہو کر دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دیتا ہے لوگوں کو نیکی کی طرف بلاتا ہے اسی لئے مخلوق کی طرف توجہ کرتا ہے بظاہر ایسے دیکھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کٹ کر مخلوق کی طرف متوجہ ہو گیا ہے مگر حقیقت میں اس کا مکمل انقطاع اللہ سے نہیں ہوتا کیوں کہ یہ انقطاع بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوتا ہے اور یہاں اتصال کا حکم رکھتا ہے اور حقیقت میں یہ وصل ہی ہوتا ہے بلکہ یہ وصل کا اعلیٰ درجہ ہے صوفی کی یہ حالت بری بے چینی اور اضطراب کی ہوتی ہے گویا وہ مرغ بسمل اور ماہی بے آب کی کیفیت میں ہوتا ہے جس عارف کی استعداد زیادہ ہوتی ہے اس کا عروج بھی زیادہ ہوتا ہے اور اس کا نزول بھی قوی ہوتا ہے اور اس کی تبلیغ و ہدایت بھی عمومی اور ہمہ گیر ہوتی ہے۔

نوٹ:

عروج و نزول تصوف کی اصطلاحات میں بالترتیب اللہ تعالیٰ کی جانب اور مخلوق کی جانب متوجہ ہونے کو کہتے ہیں۔

جب سالک عالم سفل یعنی ظلال اسماء و ظلال وصفات الٰہی سے علم اعلیٰ یعنی اسماء وصفات الٰہی کی طرف سیر کرتا ہے تو ترقی کرتے ہوئے اپنے اصل کو پہنچ کر اپنے آپ کو اس میں فانی پاتا ہے کہ حتیٰ کہ اپنا کوئی اثر اور اپنی کوئی اصلیت نہیں پاتا اور صرف وجود میں اصل ہی کا مشاہدہ کرتا ہے پس اسی دائرہ ظلال کی سیر کو اصطلاح صوفیاء میں سیر الی اللہ کہتے ہیں اور یہی دائرہ ولایت صغرا اولیاء کی ولایت کا دائرہ ہوتا ہے اسی دائرہ ولایت میں تفصیلی سیر ابدالاباد تک ختم نہیں ہو سکتی ہر شخص اتنی سیر کرتا ہے جتنا کہ اس میں اس کا حق ہوتا ہے یہاں فناء کلی حاصل ہو جاتی ہے۔

(البینات شرح مکتوبات ص ۲۷۷)

اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ کا فضل سالک کے شامل حال ہو جائے اور سنت و شریعت

پر استقامت نصیب ہو جائے تو سالک کی ترقی کرتے ہوئے اسماء وصفات کے دائرہ میں خلال کے دائروں کی اصل ہے داخلہ میسر ہو جائے تو سالک اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسماء وشیونات واعتبارات وتقدیسات وتنزیہات میں سیر کرتا ہے پس وجوب کے ان مرتبوں یعنی اسماء وصفات وغیرہا میں جو حرکت علمیہ سیر علمی واقع ہوتی ہے اس کو سیر فی اللہ کہتے ہیں اور سیر ولایت کبریٰ میں واقع ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کی ولایت عالم امر کی پانچوں لطیفے اس دائرہ کی انتہاء ہے اور یہ سیر اس مرتبے تک پہنچتی ہے کہ جس کو کسی عبارت اشارے یا نام سے بیان نہیں کیا جاسکتا اس سیر کا نام بقار کھا گیا ہے یہ سیر آفاقی اور نفسی سیر یعنی سیر الی اللہ سے منزلوں دور اور وراء الوراء ہے سیر آفاقی کو سیر الی اللہ اور سیر انفسی کو سیر فی اللہ کہنا فضول ہے کیوں کہ نفس بھی آفاق کی طرح دائرہ امکان میں داخل ہے تو اس صورت میں دائرہ امکان کا قطع کرنا ناممکن ہوگا اور اس سے ہمیشہ کی ناامیدی اور نقصان کے سواء کچھ حاصل نہ ہوگا کبھی فناء ثابت ہوگی نہ بقا تصور کی جاسکے گی پھر خدا تعالیٰ کا وصال اور اتصال کیسے ہوگا اور اسی کا قرب وصال کیا حاصل ہوگا۔

(البینات شرح مکتوبات جلد اص ۲۷۸)

باب نمبر ۱۸:

وجد کا بیان

حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ جہاں پر اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کا نور بارش کی طرح برستا ہے پس سالکین جب اپنے شیوخ کے حضور حاضر ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر ان کی توجہ کی برکت سے ان کے قلوب میں جاری ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عنایت متوجہ ہو جاتی ہے اور اس کی رحمت کے بادل سایہ فگن ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ سالکین کے قلوب میں مستی اور جذبے کا وفور رہوا ہے ان کی حالت غیر ہو جاتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں اس قدر مست ہو کر بے خود ہو جاتے ہیں کہ اگر ان کے جسموں پر تلوار بھی چلے تو ان کو اس حقیقی مستی کے اندر خبر بھی نہ لگے۔

وجد کی تعریف :

وجد کہتے ہیں حالت غریبہ محمودہ کو آگے اس کے مراتب و بینات مختلف ہیں اعضاء وجوارح کا غیر اختیاری طور پر اللہ تعالیٰ کی محبت جنت کے شوق یا جہنم سے پناہ مانگنے کی کیفیت۔

غیر یکساں اور بلا ترتیب حرکت، بے اختیار ہو کر رونا جھر جھری آنا وغیرہ وجد کہلاتا ہے۔

وجد کی کئی قسمیں ہیں مثلاً رونا، بے خودی (اللہ تعالیٰ کی محبت) میں رقص کرنا، جھر جھری آنا، آہ و بکار کرنا، بے ہوش ہونا، کپڑے پھاڑنا وغیرہ سب وجد کی ہی اقسام ہیں۔

جذب وجد کا ثبوت قرآن کریم کی روشنی میں:

"تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ"۔

(الزمر۲۳)

اور کانپنے لگتے ہیں اس کے (پڑھنے) سے بدن ان کے جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے پھر نرم ہو جاتے ہیں ان کے بدن اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف۔

یعنی اس کی اثر انگیزی کا یہ عالم ہے کہ جب عذاب الٰہی کا ذکر ہوتا ہے تو پرہیز گاروں پر خوف اور دہشت طاری ہو جاتی ہے اور وہ کانپنے لگتے ہیں اور پھر جب اس کی رحمت کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل اور چہرے خوشی سے چمک اٹھتے ہیں اور اس کے ذکر میں شوق و رغبت سے مشغول ہو جاتے ہیں۔

"فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا"۔

(اعراف آیت ۱۴۳)

پھر جب تجلی ڈالی ان کے رب نے پہاڑ پر تو کر دیا اسے پاش پاش اور زمین پر جلوہ گر ہوئے موسیٰ علیہ السلام مدہوش ہو کر۔

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ"۔

(انفال آیت ۲)

صرف وہی سچے ایماندار ہیں کہ جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا تو کانپ اٹھتے ہیں ان کے دل۔

وجد کا ثبوت احادیث مبارکہ کی روشنی میں:

"عن ابی هریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول من یدعی به یوم القیامة الحدیث وفیه قاشقی فاخبرت معاویة رضی اللہ عنہ هذا الحدیث عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ فقال قد فعل هولاء هذا فلیف بمن بقی من الناس ثم بکی معاویة رضی اللہ عنہ بکاء شدید حتی ظن انه هلك ثم افاق ومسح عن وجهه"۔

(مسلم، ترمذی، نسائی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کا حال بیان فرمایا ہے جو قیامت میں سب سے پہلے بلایا جائے گا اس روایت میں یہ بھی ہے کہ شفی راوی کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ ایسے لوگوں سے جب ایسا معاملہ کیا جائے گا تو باقی لوگوں کے ساتھ کیا کیا جائے گا پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس قدر زار و قطار روئے کہ گمان ہوتا تھا کہ جان نکل جائے گی پھر ہوش میں آئے اور اپنا چہرہ پونچھا۔

"ورد فی حدیث رقص جعفر ابن ابی طالب بین یدی رسول اللهٗ صلی اللہ علیہ وسلم لما قال له اشبهت خَلْقِی وخلق وذالك من لذة هذا الخطاب ولم ینکر ذالك علیه النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکان هذا اصلا فی رقص الصوفیة"۔

(الحاوی للفتاوی جلد نمبر ۲ ص ۲۴۰)

حدیث میں جعفر ابن ابی طالب کا رقص وارد آیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا اخلاق اور شکل مجھ سے مشابہ ہے تو اس خطاب کی

لذت کی وجہ سے ان پر رقص طاری ہو گیا لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس پر کوئی انکار نہیں فرمایا پس یہ حدیث صوفیاء کرام کے رقص اور وجد پر دلیل ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وجد کی حالت میں زمین پر جلوہ گر ہونا:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کسی قاری کو پڑھتے ہوئے سنا کہ:

"اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ" مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ"۔

بے شک تیرے رب عزوجل کا عذاب ضرور ہونا ہے اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر پڑے لوگ آپ کو مکان پر اٹھا کر لے گئے آپ رضی اللہ عنہ مہینہ بھر بیمار رہے۔

(احیاء العلوم باب سماع وجذب)

علماء ومشائخ کے اقوال وافعال سے وجد کا ثبوت

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ سے وجد کا ثبوت:

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ قونیہ میں صرافہ بازار سے گزر رہے تھے کہ وہاں صلاح الدین زرکوب کی دکان پر زرکوبی کی کھٹ کھٹ کی آواز ایک دلکش نغمہ کی طرح مولانا کے کان میں پڑی اور مولانا بے اختیار رقص کرنے لگے تھوڑی دیر بعد صلاح الدین زرکوب بھی اس رقص مستانہ میں شریک ہو گئے اسی طرح دونوں کچھ دیر دونوں سر بازار رقص کرتے رہے پھر صلاح الدین اپنے دکان کے کاموں میں لگ گئے اور مولانا پہر بھر و رقص کی کیفیت میں رہے۔

(جواہر العلوم شرح مولائے روم)

حضرت شاہ ولی اللہ کے والد صاحب حضرت شاہ عبدالرحیم کے محافل جذب کا بیان:

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت والد صاحب جب بھی چاہتے اور جیسے بھی چاہتے ایسی تاثیر پیدا کر دیتے تھے اسے اپنی سُدھ نہیں رہتی اور ایسے قصے اعداد وشمار سے زیادہ تھے بعض اوقات تو آپ کی توجہ سے جماعتوں کی جماعتیں بے ہوش ہو جاتی تھیں اور بعض اوقات آپ کی توجہ سے لوگوں پر اس قدر بے ہوشی طاری ہوتی تھی کہ ان کے انتقال کا خطرہ پیدا ہو جاتا تھا۔

ایک قصبہ تاب پور میں مستورات نے جمع ہو کر اس قسم کی تاثیر چاہی، آپ نے اس فقیر کی والدہ کو ان مستورات پر توجہ کا حکم دیا اور دیتے وقت ایسی تاثیر پیدا کر دی کہ اس دن والدہ نے جس کو بھی چاہا عالم بے خودی میں پہنچا دیا کم از کم بیس عورتوں پر والدہ نے توجہ ڈالی۔ (انفاس العارفین)

حکایت:

ایک عالم دین بڑے موثر الکلام اور قلوب پر تصرف ڈالنے والے تھے ان کے وعظ کی کوئی ایک مجلس خالی نہیں تھی کہ ایک یا دو تین اس کے وعظ کی تاثیر سے نہ مرے ہوں اور اس کے شہر کی ایک بڑھیا تھی اس کا ایک نیک لڑکا تھا وہ رقیق القلب اور سریع الفعال ہمیشہ اپنے بیٹے کو اس عالم کی مجلس میں جانے سے روکتی رہتی تھی ایک روز وہ اپنی ماں سے چوری مجلس وعظ میں جا بیٹھا تو تقدیر الٰہی غالب آ گئی آخر وہ مرگیا ایک روز وہی بڑھیا اس واعظ کو راستے میں ملی اور یہ شعر پڑھ کر سنائے:

اتھدی الانام ولاتقتدی

الا ان ذالك لاینفع

فیاحجر الشحذ حتی متی

تسن الحدید ولاتقطع

دوسروں کو تو ہدایت دیتا ہے لیکن خود ہدایت سے محروم ہے خبردار یہ بات نفع مند نہیں اے پتھر کب تک تیز تر رہے گا کہ لوہے کو تو تیز کرتا ہے لیکن خود کاٹ نہیں سکتا یعنی بیکار ہے۔ جب اس واعظ نے یہ اشعار سنے تو ایک چیخ مار کر گھوڑے سے بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑا اور اسے اٹھا کر گھر لے گئے اور اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا۔

(فیوض الرحمٰن شرح روح البیان)

تسبیح

"عن صفیة ان رسول اللہ ﷺ دخل علیھا وبین یدیھا اربعة الف لواۃ تسبیح بھن"۔

(ابوداؤد ونسائی)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کے گھر میں داخل ہوئی تو ان کے سامنے چار ہزار کھجور کی گٹھلیوں سے بھری تھیلی تھی آپ ﷺ ان پر تسبیح پڑھ رہے تھے۔

ایک اور بھی حدیث منقول ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک کھجور کی گٹھلیوں سے بھری ہوئی تھیلی تھی آپ رضی اللہ عنہ ان پر سبحان اللہ سبحان اللہ کا ورد فرماتے تھے جب وہ تھیلی خالی ہو جاتی تھی تو آپ کا خادم دوبارہ تھیلی میں ڈال دیتا اور پھر تسبیحات کا ورد کرتے تھے۔

اکثر ذاکرین کا معمول ہے کہ تسبیح پر اذکار پڑھتے تھے یہ حدیث اس کی اصل ہے کیوں کہ گٹھلیوں اور دانوں میں کوئی فرق نہیں اور دھاگہ محض اجتماع کی غرض ہے اور حدیث میں گٹھلیوں کا جمع ہونا از خود ثابت ہے۔

حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے کہ مولانا سے لیکر اوپر تک استاد نے اپنے شاگرد کو ایک تسبیح عنایت فرمائی اور اس پر پڑھنے کی اجازت بھی فرمائی اخیر میں جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تک یہ سلسلہ پہنچتا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو میں نے ان سے کہا کہ آپ اس علو مرتبہ پر بھی تسبیح پڑھتے ہیں انہوں نے فرمایا میں نے جب اپنے استاد سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ تسبیح

دیکھی تو ان سے یہی سوال کیا تھا جو تم نے کیا انہوں نے فرمایا میں نے بھی جب اپنے استاد حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا انہوں نے فرمایا میں نے اپنے استاد حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو یہی سوال کیا تھا انہوں نے فرمایا میں نے اپنے استاد حضرت عمر کلی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو یہی سوال کیا تھا انہوں نے فرمایا جب میں اپنے استاد حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جو ساری مشائخ چشتیہ کے سرکردہ ہیں کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو عرض کیا تھا کہ آپ کی اس رفعت شان اور علوم مرتبہ کے باوجود تسبیح آپ کے ہاتھ میں ہے تو انہوں نے فرمایا ہم نے تصوف کے ابتداء میں اس سے کام لیا تھا اور اس کے ذریعے سے ترقی حاصل کی تھی تو گوارا نہیں کہ اب اخیر میں اس کو چھوڑ دیں میں چاہتا ہوں کہ اپنے دل سے زبان سے ہاتھ سے ہر طرح اللہ کا ذکر کروں محدثانہ حیثیت سے ان میں کلام بھی کیا گیا ہے۔

(احسان عرفان، فضائل اعمال ص ۸۱۵)

باب نمبر۱۹:

فراست وکشف رواہم

فراست کی تعریف:

حضرت شیخ شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ سعاد العباد میں فرماتے ہیں کہ اہل حقیقت کی اصطلاح میں یقین کے مکاشفے اورغیب کے معائنے کا نام فراست ہے۔

فراست نبی پاک ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مشائخ کی:

"قال رسول اللہ ﷺ اتقوا فراست المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ"۔

(جامع ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مؤمن کی فراست سے ڈرو بے شک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

فراست صفاء قلب کی بدولت ملتی ہے یہ مواظبت ذکر اللہ تعالیٰ وملازمت تقوی سے حاصل ہوتی ہے اکثر وجدانی طور پر حقائق واقعات سے مدرک ہونے لگتے ہیں اس کو فراست کہتے ہیں گویا یہ کشف کا ایک شعبہ ہے حدیث مبارکہ صراحۃ اس کا ثبوت ہے اور حدیث مبارکہ میں نور اللہ عبارت اسی صفاء سے ہے جس کا سبب ذکر وتقوی ہے۔

جب سرور عالم ﷺ نے اپنی معراج کی خبر دی تو کفار مکہ نے انکار کیا اور کہا اگر سچے ہو تو بتاؤ مسجد اقصی کے ستون کتنے ہیں؟ اسی وقت پردے ہٹ گئے اور مسجد اقصی مکشوف ہوگئی اور آپ ﷺ نے شمار کر کے سارے ستون بتادیئے ناقص اور اخلاص نایاب ہو اس کے لئے

اتنی بڑی نعمت کا مستحق ہونا محال ہے۔

(دلائل سلوک)

مجدد پاک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فراست کی تعریف:

اہل معرفت کی فراست کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال ہے سالکین وطالبین کی باطنی استعداد معلوم کرنے اور اولیاء واصلین کی شناخت کرنے سے معلق ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کو ملاحظہ مخلوق سے محفوظ رکھا ہے اوران کو اپنی جناب قدس سلطانہ کیلئے مخصوص کرلیا ہے اوران کو اپنے ماسوائے سے جدا کر کے اپنی جانب مشغول کرلیا ہے اگر یہ اہل حقیقت مخلوق کے احوال ۔کے درپے ہو جائیں غیرت حق کی وجہ سے ان میں جناب قدس کے حضور کی صلاحیت باقی نہ رہے۔

(مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوب نمبر۹۲)

خلفاء راشدین کی فراست

فراست ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تمہاری سوتیلی والدہ حبیبہ بنت خارجہ کے پیٹ میں ایک لڑکی ہے اور مجھے یہ القاء ہوا ہے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۲۲۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز منبر پر رونق افروز تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ہزاروں میل کے فاصلے پر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو میدان جہاد میں دیکھا اور صرف دیکھا ہی نہیں بلکہ ایک ہدایت بھی کی جو انہوں نے سنی یہ کب ہوا؟ جب درمیان کے حجابات اٹھے نہ صرف پردے اٹھے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کی آواز سنی۔

(شرح العقائد، باب کرامات ص ۱۸۹)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فراست:

ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا جس کی نظر راستے میں ایک غیر محرم پر پڑی اس کے آتے ہی ساتھیوں سے فرمایا:

"یدخل علی احدکم الزنا واثر الزنا ظاھر علی عینیه"۔

تم میں سے کسی پر زنا داخل ہوتا ہے اور زنا کا اثر اس کی آنکھوں پر صاف نظر آتا ہے۔

جس شخص پر یہ واردات ہوئی تھی وہ اس غیبی انکشاف پر پھڑک اٹھا اور اس کے زبان سے نکلا حضورؐ ﷺ کے بعد پھر وحی آنے لگی ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں البتہ ایک بصیرت کھلی ہے۔

(احیاء العلوم الدین جلد ۳ ص ۳۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فراست:

حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نماز پڑھنے کے دوران میں دل میں یہ کہہ رہا تھا الٰہی اگر خوارج کا قتل کرنا تیری طاعت ہے تو مجھے اجازت مل جائے اور اگر معصیت ہے تو مجھے اس رائے پر اطلاع ہو ہنوز اس دعا سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور فرمایا اے جندب رضی اللہ عنہ شک کے شر سے پناہ مانگو۔

(طبرانی باب خوارج)

اسی کو فراست کہتے ہیں کہ دل کے شک کو جانتا ہے اور اس کو خبر دیتا ہے کہ خوارج کے قتل کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی مت سمجھو ورنہ ہلاکت میں رہو گے۔

مشائخ کی فراست

خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کی فراست:

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کا واقعہ ہے کہ ان کے وعظ کے دوران ایک آدمی آکر بیٹھ گیا جب وہ وعظ سے فارغ ہوئے تو اس نے ایک سوال کیا کہ مؤمن کی فراست کا مطلب کیا ہے؟ وہ کیسی ہوتی ہے؟ خواجہ صاحب نے ارشاد فرمایا فراست یہ ہے کہ تم اپنے گلے سے زنار اتار پھینکو۔ اس پر وہ کہنے لگا مجھے زنار سے کیا واسطہ؟ شیخ کے اشارے پر مریدوں نے اس شخص کی گدڑی اتار ڈالی۔ دیکھا کہ وہ زنار پہنے ہوئے تھا۔ اس واقعہ پر وہ مسلمان ہو گیا تب شیخ نے اپنے مریدوں سے فرمایا یہ تو ظاہری زنار تھا اور تم بھی باطنی زنار کو اتار پھینکو اور خدا سے ایک نیا عہد کرلو چنانچہ سب نے بیعت کی تجدید کی۔ (لابد منہ حاشیہ ص ۱۳۲)

شیخ زمان کے خلیفہ حضرت عبدالقیوم المعروف بہ درویش بابا روایت فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اور حضرت مبارک صاحب کابل کے ایک گاؤں میں آرہے تھے جب مبارک صاحب نے ایک جنگل دیکھا اور لوگوں سے فرمایا اس جنگل کو کیوں نہیں کاٹتے؟ لوگوں نے کہا یہاں پر اللہ کے ولی کا مزار ہے جو کہ کسی کو لکڑی کاٹنے کی اجازت نہیں دیتے یہ سن کر مبارک صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس مزار پر قبر کے ساتھ بیٹھ گئے اور مراقبہ کیا کچھ دیر بعد آکر فرمایا اس جنگل کو کاٹو لوگوں نے کہا اس جنگل کو کاٹنے کی اجازت نہیں دیتے مبارک صاحب نے فرمایا یہ صاحب قبر حالت سکر میں وفات فرما گئے تھے۔ میں نے ان کو توجہ کی تو ان کے حالات ومقامات بدل گئے اس لئے اب یہ جنگل کاٹنے پر کچھ نہ کہیں گے پھر لوگوں نے جنگل کو کٹوادیا۔
(عبدالقیوم المعروف درویش بابا)

اس طرح کے سینکڑوں اور ہزاروں واقعات سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء کرام رحمہم اللہ کی زندگیاں بھری پڑی ہیں بطور نمونہ چند ایک دلائل پیش کیے گئے۔

کشف والہام

کشف والہام اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قلب سلیم عطا فرمایا ہو کیوں کہ قلب سلیم کے باطنی حواس بیدار ہوتے ہیں اور قلب ان کے ذریعے باطنی علوم کا ادراک کرتا ہے ٹھیک اسی طرح جس طرح ظاہری حواس سے ظاہری علم حاصل کرتا ہے۔

کشف والہام کے لئے ضروری چیز درست عقیدہ اور اتباع شریعت ہے جس کا عقیدہ خراب ہو عمل ہو اسے کشف نہیں ہوتا اسی طرح آپ ﷺ سے لوگوں نے سوال کیا وہ قافلہ ملک شام کو گیا تھا آج وہ کہاں ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ مکہ اور قافلے کے درمیان ایک منزل کی مسافت باقی ہے چنانچہ دوسرے دن صبح کے وقت قافلہ مکہ میں داخل ہوا اور اسی قسم میں یہ مکاشفہ داخل ہے۔

"عن انس رضی اللہ عنہ قال صل بنا النبی ﷺ ثم رقی المنبر فاشار بیدیہ قبل قبلة المسجد ثم قال رایت الان منذ صلیت لکم الصلوة الجنة والنار ممثلتین فی قبلة ھذا الجدار"۔

(البخاری جلد ۱ ص ۱۰۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی اور آپ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے قبلہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے ابھی جب تمہیں نماز پڑھائی ہے جنت اور دوزخ کو اس دیوار کے قبلہ میں مثالی صورت میں اترتے دیکھا ہے۔

جنت اور دوزخ دونوں پیدا شدہ حقیقتیں ہیں لیکن دونوں اگلے جہاں کی چیزیں ہیں جو حضور ﷺ کو یہاں کشفاً دکھائی گئیں آپ ﷺ نے انہیں کب دیکھا جب اللہ تعالیٰ نے

ان سے برزخ کے پردے اٹھا دیئے۔ آپ ﷺ نے اسراء کی رات بیت المقدس میں انبیاء کی پوری قطار دیکھی۔ یہ کون تھے اگلے جہاں کے رہنے والے عالم برزخ کے باسی ایسا کب ہوتا ہے جب درمیان کے برزخی پردے اٹھیں کیوں کہ حضور ﷺ تو اسی دنیا کے رہنے والے تھے۔

"قال قال رسول الله ﷺ انی اری مالا ترون واسمع مالا تسمعون"۔

(مشکوۃ)

یعنی میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور میں وہ کچھ سن سکتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔

الہام قرآن پاک کی روشنی میں:

"وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا"۔

(البقرۃ آیت ۳۰)

اور آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے اسماء کا علم دے دیا۔

جب آدم علیہ السلام کے جسم مبارک کی تکمیل ہوگئی تو انہیں تمام اشیاء کے اسماء کا علم دیا یعنی اسماء کا علم دل پر الہام کیا پھر بات زبان پر ظاہر ہوئی۔

(روح البیان)

"وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تحط به خبرا"۔

(الکہف آیت ٦٦)

اور آپ صبر کیسے کر سکتے ہیں اس بات پر جس کی آپ کو پوری طرح خبر نہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام کو معلوم تھا کہ تکوین کے جو راز مجھ پر منکشف کئے گئے ہیں ایک صاحب شریعت رسول اس پر سکوت اختیار نہیں کر سکتا اس لئے پہلے ہی اس امر کی طرف اشارہ کر دیا۔

(ضیاء القرآن)

الہام و کشف حدیث مبارکہ کی روشنی میں:

"وقوله ﷺ قد كان في امم محدثون فثبت بهذا ان لالهام حق وانه وحي باطن انما حرمه العاص لاستيلاء وحي الشيطان عليه"۔

(فتح الباری)

حضور ﷺ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو محدث فرمایا اور فرمایا کہ امم سابقہ میں بھی محدث ہوئے ہیں اس سے الہام کا وحی باطنی اور حق ہونا ثابت ہوا اور بدکاروں کو اس سے محروم رکھا گیا ہے کیوں کہ ان پر وحی شیطانی کا غلبہ ہوتا ہے۔

"والقى السحرة ساجدين فما رفعوا رؤسهم حتى روا الجنة والنار"۔

(ابن کثیر ج ۲ ص ۲۳۸)

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ساحرین فرعون جو موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے مقابل تھے انہوں نے سجدہ سے اس وقت سر اٹھایا جب جنت و دوزخ اور عذاب و ثواب دیکھ لیا۔

نصوص قرآنیہ سے علوم کشفیہ اور الہامیہ ثابت ہو گئے یہ بعد کی بات ہے کہ یہ علوم قطعیہ ہوتے ہیں یا ظنیہ نفس علم الہام و کشف ثابت ہو گیا اس کا منکر نصوص قرآنیہ کا منکر ہو گا۔

توحید شہودی اور توحید وجودی

توحید شہودی:

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں توحید جو اس بلند گروہ صوفیاء کو راہ سلوک میں میسر آتی ہے دو قسم پر ہے توحید شہودی اور توحید وجودی۔

توحید شہودی ایک ذات کو دیکھنا ہے یعنی سالک کا مشہود صرف ایک ہی ذات ہو اور توحید وجودی ایک ذات کو موخر جاننا اور اس کے غیر کو معدوم خیال کرنا ہے اور معدوم خیال کرنے کے باوجود کائنات کے آئینوں اور مظاہر کو ایک جاننا پس توحید وجودی علم الیقین کی قسم سے ہے توحید شہودی اسی راہ کے ضروری امور میں سے ہے کیونکہ بغیر اس کے فنا متحقق نہیں ہوتی اور عین الیقین کی دولت بھی اس کے بغیر میسر نہیں آتی کیونکہ ایک ذات کے غلبے کے باعث صرف اسے ہی دیکھنا اس کے ماسوا کو نہ دیکھنے کو مستلزم بخلاف توحید وجودی کے کہ وہ اس طرح نہیں اور یہ ضروری نہیں ہے کیونکہ علم الیقین توحید وجودی کی معرفت کے بغیر بھی حاصل ہے نیز علم الیقین اس ذات کے ماسوا کی نفی کو مستلزم نہیں نہایت درجہ پر ہے کہ اس کے ماسوا کے علم کی نفی مستلزم ہے جب کہ اس ایک کے علم کا غلبہ اور زور ہے۔

(مکتوبات دفتر اول)

بینہ نمبر ۲:

مشائخ کی اصطلاح میں سیر لطائف کے دوران جب سالک پر محبت الٰہی میں نور حق کا اس قدر غلبہ ہو جائے کہ اشیاء کائنات غلبہ شہود حق کی معیت میں عین حق نظر آنے لگیں تو اسی امر شے کو توحید وجودی کہتے ہیں اور اگر اشیائے کائنات سالک کی نظر سے گم ہو جائیں اور اشیاء کے پردوں کے پرے جمال حق کا مشاہدہ ہو جائے تو اس کو توحید شہودی کہتے ہیں

توحید وجودی لطیفہ روح سے ظاہر ہوتی ہے یا یوں کہہ لیں کہ توحید وجودی کا احساس لطیفہ قلب کی سیر میں ہوتا ہے جب کہ توحید شہودی کا ادراک فنائیت لطائف میں ہوتا ہے۔

توحید وجودی کی اقسام:

واضح رہے کہ اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے توحید وجودی کی ایک خاص قسم بیان فرمائی ہے جو آپ پر ظاہر ہوئی ورنہ توحید وجودی کی تعبیرات اور اس کی اقسام صوفیاء وجودیہ کے نزدیک مختلف ہیں جیسا کہ ان کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ قارئین کی معلومات کے لئے پانچ قسمیں درج کی جاتی ہیں:

۱۔ اول قسم: سالک اپنے آپ کو عین حق دیکھتا ہے۔
۲۔ دوسری قسم: سالک اپنے آپ کو ظل حق دیکھتا ہے۔
۳۔ تیسری قسم: سالک اپنے آپ کو اور عالم کو حق تعالیٰ کا مظہر اور آئینہ سمجھتا ہے۔
۴۔ چوتھی قسم: عالم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا احاطہ کو ذاتی جانتا ہے۔
۵۔ پانچویں قسم: عالم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معیت کو معیت ذاتی جانتا ہے۔

بینہ نمبر۲:

حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کائنات کے ساتھ احاطہ اور معیت ذاتی نہیں علمی ہے صوفیائے وجودیہ کی مذکورہ بالا تعبیرات کو ان کا عقیدہ نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ غلبہ حال اور سکر وقت پر محمول جاننا چاہئے کیونکہ:

"انا الحق وسبحانی ما اعظم شانی اکبر" معاذ اللہ

ان کا عقیدہ ہوتا تو وہ نمازوں سمیت تمام احکام شرعیہ کی پابندی کس لئے اور کیوں کرتے رہے جب کہ وہ تقوی اور اتباع شریعت کی اعلیٰ منزلوں پر بھی فائز تھے جیسا کہ

حضرت منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ہر روز وشب فرائض کے علاوہ ایک ہزار رکعات نماز نفل ادا کرتے تھے۔

(نفحات الانس، البینات شرح مکتوبات ج ا ص ۱۰۰)

امام ربانی وجودی شہودی کا خلاصہ:

صوفیاء کرام وجودیہ کے اس قسم کے اقوال کو حضرت امام ربانی قدس سرہ قابل اعتبار نہیں جانتے کیونکہ ان اقوال کا اظہار خلاف شرع اور عقائد اہل سنت کے برعکس ہے آپ فرماتے ہیں کہ صوفیائے مستقیم الاحوال اپنے اقوال واعمال اور علوم ومعارف میں ہرگز شریعت سے تجاوز نہیں کرتے اور اگر کبھی کشف ناقص کی وجہ سے کسی صوفی سے ایسا کلام صادر ہو تو اس کو محمد صحیح بر محمد کر کے اس کی تاویل کرنا چاہئے مثلاً اس قسم کے اقوال کی تاویلات میں کہا جاسکتا ہے کہ ایسے کلمات بعض صوفیاء سے غلبہ حال اور سکر کی وجہ سے صادر ہوئے ہیں لہذا بقول الکساری معذور وہ یہ حضرت معذور ہیں یا یہ کلمات صوفیاء کے احوال ہیں نہ کہ ان کے عقائد یا اسی قسم کے احوال وقتی ہوتے ہیں نہ کہ دائمی بعد میں جب صوفیاء کو ارتقاء نصیب ہو جاتا ہے تو پہلے مرتبے سے تائب ہو جاتے ہیں جیسا کہ کتب صوفیاء کرام اسی امر کی شواہد ہیں۔

(البینات شرح مکتوبات ص ۳۲۰)

قیوم زمان کی تعریف و مفہوم

لفظ قیوم جب ذات باری تعالیٰ جد مجدہ الکریم کیلئے بولا جائے تو اس کا معنی "قائما بذاتہ وقیّوما لغیرہ" ہوگا یعنی جو بذات خود قائم ہو اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہو اور یہ لفظ جب کسی مخلوق کیلئے بولا جائے تو اس کا لغوی معنی مراد لیا جائے گا اور اس کی تاویل کی جائے گی یعنی کسی شیء کے قیام اور بقاء کا وسیلہ و ذریعہ ہے۔

(دلائل سلوک)

فائدہ : قیوم مخلوق پر تمام انعامات الٰہیہ کا سبب ہوتا ہے اولوالعزم رسول ﷺ کا نائب ہوتا ہے اس کا مخالف اس کے فیض سے محروم ہوتا ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ قیوم کے بارے میں فرماتے ہیں:

"معاملہ انسان کامل بجائے می رسد کہ اورا قیوم جمیع اشیاء بحکم خلافت می رسایند وھمہ را افاضہ وجود وبقا وسائر کمالات ظاہری وباطنی بتوسط او می رسانند"۔

(مکتوبات دفتر دوئم ۴ ۷)

قیوم انسان کامل ہوتا ہے جس کو تمام اشیاء کائنات کا قیوم یعنی خلیفۃ اللہ بنایا جاتا ہے تمام مخلوق کو وجود اور بقاء اور تمام کمالات ظاہری و باطنی اسی کے وسیلے سے پہنچتے ہیں۔

دوسری جگہ میں فرماتے ہیں:

"این عارفے کہ بہ منصب قیومیت اشیاء مشرف گشتہ است حکم وزیر دارد کہ مہمات مخلوق راباو مرجوع داشتہ اند"۔

وہ عارف جو قیوم کے مرتبے پر فائز ہوتا ہے وزیر کا حکم رکھتا ہے کہ مخلوق کے اہم معاملات کا تعلق اسی کے ساتھ ہوتا ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ما من نبی الا ولہ وزیران من اھل سماء ووزیران من اھل الارض فاما وزیرا من اھل السماء فجبرائیل ومیکائیل واما وزیرای اھل الارض فابوبکر وعمر"۔

(ترمذی دوئم)

روایت ہے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کوئی نبی ایسا نہیں جن کے دو وزیر نہ ہوں آسمان والوں سے اور زمین والوں سے اور میرے دو وزیر آسمان والوں سے جبرائیل اور میکائیل ہیں اور زمین والوں سے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

اور دوسری حدیث مبارکہ میں فرماتے ہیں:

"قال قال رسول اللہ ﷺ انا قاسم واللہ یعطی"۔

(بخاری ومسلم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تقسیم کنندہ ہوں اور دیتا اللہ تعالیٰ ہے۔

فائدہ :

قیوم اولوالعزم رسول ﷺ کا نائب ہوتا ہے اس کا مخالف فیض سے محروم رہتا ہے کیونکہ وہ حکومت کے وزیر کا باغی ہوتا ہے اور باغی کو حکومت کی طرف سے انعام نہیں ملا کرتا ہے ہر چیز اچھی یا بری سلطان الملک یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وزیر کے ذریعے مخلوق کی طرف آتی ہے جب مخلوق مصیبت میں مبتلا ہو جاتی ہے تو غوث یا قیوم بارگاہ رب العزت میں درخواست پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کی دعا قبول فرما کر مصیبت دور کر دیتا ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ حدیث مبارک میں ارشاد فرماتے ہیں:

"عن ابی قلابة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ لایزال فی امتی شیعة وفی روایة سبعة لایدعون الله بشیء الا استجاب لهم بهم تنصرون وبهم تمطرون وحسبت انه قال وبهم یدفع عنکم"۔

(ابوداؤد)

حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا یا میری امت میں ہمیشہ کچھ لوگ اور ایک روایت میں ہے کہ سات اشخاص ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے جب بھی کوئی چیز مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرما دیتا ہے انہی کے ذریعے تمہاری مدد کی جائے گی اور انہی کے ذریعے تم پر بارش برساتی جائے گی اور راوی بیان کرتے ہیں میرے خیال میں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا اور انہی کے ذریعے تم سے مصیبتوں کو ٹالا جائے گا۔

مقامِ قیومیت دراصل تین مقامات کے مجموعہ ہے ان تین مقامات سے فیوضات ایک گول دائرہ کی شکل میں اسی شخص کے سینے میں منتقل ہوتا ہے جو مقام قیومیت سے مشرف ہو۔ انسان الفاظ میں قیوم وہ ہوتا ہے جس کے سینے میں ہمیشہ ان تین مقامات کی تجلیات کی ظہور ہو مثال کمالات رسالت کمالات انبیاء اولوالعزم کمالات ولایت محمدی ﷺ پر مشرف ہوتا ہے۔ قیوم کی ایک توجہ غوث کے سو توجہ کی برابر ہوتا ہے۔

ان کے بلند مناصب کی وجہ سے ان کی توجہ اور فیض رسائی میں بڑا فرق ہے قیوم کی ایک توجہ غوث کی سو توجہ کے برابر ہوتی ہے اسی طرح یہ سلسلہ آگے چلتا ہے۔

(دلائل سلوک)

شیخ القرآن والحدیث مفسر اعلیٰ، علامہ مولانا

مفتی محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

کے کتاب کے بارے میں تعریفی کلمات

فقیر نے علامہ مولانا حضرت عبد الرؤف مدظلہ العالی کی کتاب

برھان العارفین

کا مطالعہ کیا، کتاب کو حقیقۃً اسم بامسمی ہے

اپنے موضوع پر دلائل کے بھرپور ہے اردو بھی بڑی صحیح اور فصیح ہے

فقیر اردو خواں طبقے کو عموماً اور مساجد کے علماء کو خصوصاً

اس کے گہرے مطالعہ کی درخواست کرتا ہے

اور مصنف موصوف سے درخواست کرتا ہے کہ

آپ اسی انداز سے اسلام کی بھرپور خدمت فرماتے ہوئے

کئی اور کتب بھی تصنیف فرما کر

ملت اسلامیہ کی علمی وروحانی خدمات بجالا کر

قارئین کی رہنمائی فرما کر ثواب دارین حاصل فرمائیں